ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
پاکستان

بانی
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمتہ اللہ علیہ
مدیر مسئول
مولانا عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین لاہور
مدیر اعلیٰ
مجاہد الحسینی

۱۱ جمادی الثانی ۱۴ اگست
۱۳۹۰ھ — ۱۹۷۰ء

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان غربی

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیثِ رسول

مرتبہ: قاری فیوض الرحمان

○ ختمِ نبوّت

○ خدمتِ خلق　○ بہترین کمائی　○ ذخیرہ اندوزی

◎

اَنَا قَائِدُ المُسْلِمِیْنَ وَلَا فَخْرَ، اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ (دارمی شریف)

قَائِدٌ، رہنما۔

ترجمہ: مَیں مسلمانوں کا رہنما ہوں اور یہ کوئی غرور کی بات نہیں۔ مَیں آخری نبی ہوں۔

تشریح حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانیت کی طرف سے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ آپ کے اعلانِ نبوّت کے بعد قیامت تک آنے والے لوگ آپؐ کی امّت ہیں یہ آپؐ کی خصوصیّت ہے کہ ایک زمانے کے لئے نہیں قیامت تک آنے والے انسانوں کے آپؐ رسول ہیں۔ لیکن اس پر آپؐ فرماتے ہیں کہ یہ غرور اور ناز کی بات نہیں۔ یہ خدا تعالٰے کا شکر ادا کرنے کے لئے آپؐ نے فرمایا۔ بہت بڑا منصب ہے جو اللہ تعالٰے نے آپ کو نصیب فرمایا۔

مَیں آخری نبی ہوں۔ یہ بھی آپ کی خصوصیّت ہے۔ آپؐ کے بعد نبوّت کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ حضرتِ آدم علیہ السلام سے عمارتِ نبوّت تعمیر ہوتی رہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پورے طور پر یہ عمارت مکمل ہو گئی۔ اسی لئے آپؐ کا ارشاد ہے کہ:

"مَیں اس عمارت کی آخری اینٹ ہوں"

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

"مَیں ہی آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے"

اللہ تعالٰے نے بھی اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں آپؐ کے آخری نبی ہونے پر مہر ثبت فرما دی:

وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ۔ (احزاب) کہ آپ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔

پس ختمِ نبوّت بھی آپؐ کی خصوصیّت ہے ـــــ اس حدیث میں آپؐ نے اپنی رسالتِ عامہ اور نبوّتِ خاتمہ کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ وہ خصوصیت ہے جس میں آپؐ کا کوئی شریک نہیں۔

◎

عُوْدُوا الْمَرِیْضَ وَاَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَفُکُّوا الْعَانِیَ ۔ (بخاری شریف)

عُوْدُوْا۔ عیادت کرو۔ اَطْعِمُوْا۔ کھلاؤ جَائِعٌ۔ بھوکا۔ فُکُّوْا۔ آزاد کرو۔ عَانِیْ۔ قیدی۔

ترجمہ: مریض کی عیادت کرو، اور بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو آزاد کرو۔

تشریح پہلے جملے میں بیمار پرسی کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ ایک جگہ آپؐ کا ارشاد ہے:

"جو شخص صبح کے وقت کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے اس کے لئے رات تک ستّر ہزار فرشتے دعا کرتے رہتے ہیں اور جو شخص رات کے وقت عیادت کرتا ہے اس کے لئے صبح تک ستّر ہزار فرشتے دعا میں مشغول رہتے ہیں۔"

عیادت کا بہت بڑا ثواب ہے آپؐ غیر مسلموں کی بھی عیادت فرماتے تھے۔ عیادت سے مریض کو قلبی سکون پہنچتا ہے۔

"بھوکے کو کھانا کھلاؤ" یہ دوسرا جملہ ہے۔ جو لوگ بھوکے ہوں۔ امراء کا فرض ہے کہ ان کے کھانے کا انتظام کریں۔ اللہ تعالٰی کی دی ہوئی دولت اللہ تعالٰی کی مخلوق پر خرچ ہونی چاہیئے۔ صحابہ کرامؓ اپنی بھوک پر دوسروں کی بھوک کو ترجیح دیتے تھے۔ اگر ہمارے ملک کے امراء اس حدیث پر عمل پیرا ہو جائیں تو انشاءاللہ پاکستان میں ایک شخص بھی بھوکا نہ رہے۔ ملک میں خوشحالی پیدا ہو سکتی ہے۔

تیسرے جملے میں قیدیوں کو آزاد کرانے کا حکم دیا گیا ہے۔ پہلے زمانوں میں جہاد بہت زیادہ ہوا کرتا تھا۔ بہت لوگ قیدی بن جاتے تھے۔ ان کی رہائی کا حکم دیا گیا ہے۔ اب بھی مسلمانوں اور کافروں کی اگر جنگ ہو اور قیدی ہاتھ آئیں تو ان کی آزادی کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ جس طرح پاکستان نے ۱۹۶۵ء کی جنگ میں بھارتی قیدی آزاد کر دیے تھے۔

◎

خَیْرُ الْکَسْبِ کَسْبُ الْمَعَالِیْ اِذَا نَصَحَ (مسند امام اعظم)

مَعَالِیْ۔ بلند درجے۔ کَسْبٌ۔ کمائی۔

ترجمہ: بہترین کمائی بلندیوں کا حاصل کرنا ہے جب کہ خیر خواہی کرے۔

تشریح مطلب حدیث کا یہ ہے کہ بلند مراتب کا حاصل کرنا بہترین کمائی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ بلند منصب سے لوگوں کی خیر خواہی مقصود ہو۔ اونچے سے اونچا عہدہ اور منصب حاصل کرنا بہترین دولت ہے جب کہ صاحبِ عہدہ حق تعالٰے کو عبادت سے راضی کرنے والا ہو اور حق تعالٰے کی مخلوق کی بھلائی چاہنے والا ہو۔ ایسا نہ ہو کہ منصب فخر و غرور کا باعث بن جائے اور لوگوں پر ظلم و ستم کرنے لگے۔

◎

لَا یَحْتَکِرُ اِلَّا الْخَاطِئُ (مسلم)

اِحْتِکَارٌ، ذخیرہ اندوزی۔ خَاطِئٌ۔ گناہ گار۔

ترجمہ: ذخیرہ اندوزی صرف گناہگار ہی کرتا ہے۔

تشریح مطلب حدیث شریف کا یہ ہے کہ غلّہ، دانہ کی ذخیرہ اندوزی نہ کی جائے کہ جب غلّہ مہنگا ہو تو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام القرآن لاہور

۱۱ جمادی الثانی ۱۳۹۰ھ
۱۴ اگست ۱۹۷۰ء

جلد ۱۶
شمارہ ۱۳

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

مشرقی پاکستان میں سیلاب کی تباہ کاریاں

انتخابات میں التوا ناگزیر ہوگیا ہے!

مشرقی پاکستان میں سیلاب کی صورتِ حال تشویشناک ہو گئی ہے اور وہاں کے بعض علاقے انتہائی نازک حالات سے دو چار ہیں اور لاکھوں انسان سیلاب کی تباہ کاریوں کے باعث بے گھر و بے آسرا ہو کر اونچے ٹیلوں پر بیٹھے کس مپرسی کے دن گذار رہے ہیں۔

صدر مملکت آغا جنرل محمد یحییٰ نے سیلاب کی خبر ملتے ہی مشرقی پاکستان کا دَورہ کیا اور جیپ میں سوار ہوکر متاثرہ علاقوں کا بذاتِ خود مشاہدہ کیا۔ صدر مملکت نے سیلاب زدگان کے لئے ہر قسم کی امداد کا موقع پر ہی اعلان کرکے متعلقہ حکاّم کو بروقت امداد پہنچانے کی ہدایات بھی جاری فرمائیں۔ نیز انہوں نے ملک کے تمام ذی ثروت لوگوں سے اپیل کی ہے کہ وہ انسانی جذبہ اور قومی ہمدردی سے کام لیتے ہوئے مشرقی پاکستان کے مصیبت زدگان کی دل کھول کر امداد کریں۔

اوّلاً جہاں تک صدر مملکت کی اپیل کا تعلق ہے ہر محبِّ وطن اور انسان دوست شخص مصیبت میں مبتلا بھائیوں کی امداد کے لئے ہر قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرے گا۔ اصحابِ دولت و ثروت کو پوری فراخدلی اور وسعتِ نظر کے ساتھ صدر مملکت کی اپیل کا جواب دینا چاہیئے —— اور سیلاب زدگان کے لئے خوراک، لباس، رہائش اور طبیّ امداد میں کسی قسم کے بخل سے ہرگز کام نہ لینا چاہیئے۔

سرمایہ دار طبقہ اگر از خود معاملہ کی سنگینی کا احساس کرتا ہے تو خیر —— ورنہ حکومت کو خصوصی اختیارات استعمال کرکے فرمانِ خداوندی تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَآءِهِمْ وَ تُرَدُّ اِلٰى فُقَرَآءِهِمْ (امراء و اغنیاء سے وصول کرکے ضرورت مند اور محتاج لوگوں کو ادا کر دیں) پر عمل کرنا چاہیئے۔

ثانیاً سیلاب کی خطرناک صورت دیکھ کر یہ اندیشہ قوی ہو گیا ہے، کہ ماہِ اکتوبر کی مقررہ تاریخ میں کسی قسم کا التوا نہ کیا گیا تو مشرقی پاکستان کی ایک عظیم اکثریت ووٹ کا حق استعمال کرنے سے محروم رہ جائے گی۔ اس قسم کی ناگفتنی صورت کے پیشِ نظر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ صدر مملکت کو حالات کی سنگینی کا احساس کرتے ہوئے انتخابات تین ماہ کے لئے ملتوی کرنے کا اعلان کرکے آئندہ جنوری کی ابتدائی تاریخوں کا تعین کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ ملک کی ایک عظیم اکثریت اور کروڑوں افراد کو ناگہانی مصیبت میں مبتلا ہونے کے باعث حق رائے دہی سے محروم کرکے عوامی حکومت کے قیام کا دعوےٰ نہیں کیا جا سکتا۔

زلزلے اور ناگہانی آفتیں

اخبارات کی یہ خبریں ہر شخص کی نگاہ سے گذرتی ہیں کہ فلاں ملک میں خوفناک زلزلہ آیا اور لاکھوں انسانوں کی ہنستی کھیلتی آبادی مٹی کا ڈھیر بن گئی۔ سڑکوں اور شاہراہوں میں دراڑیں پڑ گئیں، آتش فشاں پہاڑیوں کا لاوا پھوٹ پڑا۔ آندھیوں اور طوفانوں نے نظامِ زندگی درہم برہم کر دیا۔ سیلاب کی تباہ کاریوں نے آبادیاں ویرانے میں تبدیل کر دیں۔

الغرض اس نوعیت کی خبریں اس تسلسل اور تواتر کے ساتھ آتی ہیں کہ سن کر ہر شخص کا دل کانپ جاتا ہے اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

آج —— جب ہم اپنے اعمال و کردار کا جائزہ لیتے ہیں تو اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ انسانوں کے اعمال و افعال نے ہی عذاب کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اور

(باقی ص ۱۶ پر)

مولانا غلام اللہ خاں کا چیلنج

اور

مودودی صاحب کا فرار

مدیر چٹان کے نام مولانا غلام اللہ خاں کا مکتوب گرامی

ہفت روزہ "چٹان" نے اپنے ایک شمارہ میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر جامعہ اشرفیہ کے مہتمم صاحب کی روایات کا سہارا لے کر یہ الزام عائد کیا تھا کہ انہوں نے مودودی صاحب کی خلافِ اسلام تحریرات کے حوالہ جات ثابت کرنے کا وقت مقرر کرنے کے باوجود راہِ فرار اختیار کر لی تھی۔

خدام الدین میں اس الزام کی تردید ہو چکی ہے۔ چٹان کے اس مضمون میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں صاحب کو بھی دعوتِ مبارزت دی گئی تھی۔ مولانا غلام اللہ خان صاحب نے ایڈیٹر چٹان کے نام اپنے ایک مکتوب میں چیلنج قبول کرتے ہوئے مودودی صاحب کو بالمشافہ گفتگو کی دعوت دی تھی — لیکن مودودی صاحب نے اپنی روایات کے مطابق علماء کرام سے بالمشافہ بات چیت سے گریز اور راہ فرار اختیار کرتے ہوئے چٹان میں "تحریری مقابلہ" پر آ گئے ہیں۔

ہم پاکستان کے کروڑوں اہلِ قلم، اہلِ علم، اہل ایمان و فراست سے بجا طور پر توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہو گئے ہیں کہ حق و صداقت پر کون ہے۔ اور اپنی من گھڑت دلیل اور خود ساختہ تاویل کا سہارا لے کر راہ فرار کون اختیار کیا کرتا ہے۔

ہم آج بھی اسی مسلک و مؤقف پر قائم ہیں کہ مودودی صاحب کو علماء کرام کی مجلس میں شریک ہو کر عائد شدہ الزامات کی بالمشافہ تائید یا تردید کرنی چاہئے۔ کیونکہ تحریری حوالہ جات کی بابت وہ ہمیشہ یہی فرمایا کرتے ہیں کہ میری تحریرات کو سیاق و سباق سے الگ کر کے اور مفہوم بگاڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ بالمشافہ گفتگو اور تحریری حوالہ جات پیش کرنے سے یہ عذر باقی نہ رہے گا۔ (ادارہ)

برادرم شورش صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ نے ۱۳ر جولائی کے "چٹان" میں مجھ سے مطالبہ کیا تھا کہ میں تحریف قرآن، توہین انبیاء علیہم السلام اور تنقیص صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق مودودی صاحب کی تحریرات کی نشاندہی کروں۔ اس کے جواب میں میں نے مودودی صاحب سے بالمشافہ گفتگو کر کے اس معاملے کا فیصلہ کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔ جسے آپ نے ۲۷ر جولائی کے شمارہ میں شائع کیا۔ مگر آپ نے میری اس مخلصانہ تجویز کو خواہ مخواہ "مناظرے اور مجادلے" کا نام دے کر بے انصافی کی اور اس پر زور دیا کہ میں اپنے الزامات کو "چٹان" میں شائع کرا دوں حالانکہ اس طرح معاملہ مزید الجھنے کے اسباب پیدا ہوں گے۔

اب ۳ر اگست کے "چٹان" میں مودودی صاحب کا ایک خط شائع ہوا جو میرے مذکورہ خط کے جواب میں ہے۔ مودودی صاحب نے بھی اس خط میں وہی رٹ لگائی ہے کہ میں اپنے الزامات "چٹان" میں شائع کرا دوں اور وہ "چٹان" ہی میں اس کا جواب دے دیں گے اور بالمشافہ گفتگو نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کی کہ مولانا غلام اللہ خاں صاحب میرے لئے جو زبان اور انداز بیان استعمال کرتے ہیں اس کے پیش نظر مجھ سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ میں ان سے ملنا یا بات کرنا پسند کروں گا۔

مودودی صاحب کے یہ الفاظ ان کی انانیت کی آئینہ دار ہیں اور وہ داعیٔ حق کی شان لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم سے عاری ہیں۔ درحقیقت مودودی صاحب نے اس طرح بالمشافہ گفتگو سے فرار کی ایک خوب صورت راہ نکالی ہے۔

محترم شورش صاحب! امید ہے کہ اب آپ پر مولوی عبیداللہ صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ کی "ثقہ روایت" کی حقیقت بھی واضح ہو گئی ہو گی کہ ایک ساتھ بیٹھ کر بالمشافہ گفتگو کر کے مسائل کو سلجھانے میں کس کا غرور اور ذاتی وقار آڑے آ رہا ہے۔

نیز تمام امت میں سے بلند ترین صحابہ جیسی شخصیتوں پر مودودی صاحب نے جو زبان استعمال کی ہے وہ خود تو شاید بھول گئے ہوں لیکن ان کی کتاب خلافت و ملوکیت اس پر شاہد ہے۔ وہ تو خاتم النبیین کے اصحاب کبار پر بہتان الزام تراشی اور تنقید و تنقیص کی جو زبان پوری بے باکی سے استعمال فرمائیں تو ان کی شائستگی میں ذرہ بھر فرق نہ آئے اور اگر کوئی صحابہؓ کی حمایت میں مودودی پر تنقید کرے یا ان کی بہتان طرازیوں کا جواب دے تو وہ بیچارہ زبان کی شائستگی سے

مجاہد الحسینی

مولانا سید اسعد مدنی کے ساتھ چند روز

ایک سفرنامہ ـــــ ایک تاریخی سرگزشت

(۱۲)

◎ حضرت رائے پوری کے حالاتِ زندگی ◎ جفاکشانہ طالب علمی
◎ شاہ عبدالرحیمؒ سے بیعت

نمازِ عصر کا چونکہ وقت ہو چکا تھا اس لئے مولانا سید اسعد مدنی مزار سے فاتحہ خوانی کے بعد سیدھے مسجد میں تشریف لے گئے۔ نماز کے بعد دعوتِ عصرانہ کا اہتمام کیا گیا۔ حاجی محمد اسمٰعیل لودیانوی، حاجی سلطان احمد اور حاجی محمد ابراہیم نے لائلپور میں حضرت مدنی کے اعزاز میں جس دعوت کا اہتمام کیا تھا وہاں چونکہ مولانا مدنی ٹھہر نہ سکے تھے اس لئے وہ تمام سامان اپنی گاڑیوں میں رکھ کر ڈھڈیاں لے آئے۔

اس دُور افتادہ بستی میں سلطانی مٹھائی شاپ لائل پور کی تلی ہوئی مچھلی، مٹھائی اور مشروبات سے مہمانوں کی لذتِ کام و دہن کا خوب سامان فراہم ہوا۔ مخدوم العلماء حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب مدظلہٗ خلیفہ حضرت رائے پوری اپنے دستِ مبارک سے تمام مہمانوں کو اشیاء خوردنی تقسیم کرتے رہے۔

حاجی محمد اسمٰعیل لودیانوی نے اپنے فرزند محمد اسحٰق سے پھلوں کی بابت اشارہ کیا کہ دسترخوان پر وہ بھی مہیا کئے جائیں۔ عمدہ سیب، کنوں، کیلے اور دوسرے پھل بھی پیش کئے گئے۔ حاجی محمد اسمٰعیل نے ایک بڑا سیب مولانا مدنی کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت! آپ کے ہاں تو اعلیٰ قسم کے پھل موجود ہیں۔ ہم پاکستانی نیموں (ان کا اشارہ مختلف بزرگوں (حضرت رائے پوریؒ، حضرت شیخ مدنیؒ) کا سایہ سر سے اُٹھ جانے کی طرف تھا) کے ناچیز ہدیہ بھی قبول فرمائیے۔ مولانا مدنی خندہ پیشانی کے ساتھ وہ چیزیں قبول کرتے اور تمام حاضرین کے لئے دعا کرتے۔

دعوت سے فارغ ہو کر مولانا مدنی نے موضع ڈھڈیاں کا سرسری جائزہ لیا اور مولانا عبدالجلیل، مولانا عبدالوحید اور حضرت رائے پوریؒ کے دوسرے اعزّہ و اقارب سے ضروری معلومات حاصل کیں۔

حضرت رائے پوریؒ کے حالاتِ زندگی

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان ابتدا میں مٹھوا محرم خاں تحصیل تلاگنگ ضلع کیمبلپور میں قیام پذیر تھا۔ آپ نسلاً راجپوت تھے اور جٹ جیپ آپ کی گوت تھی۔ آپ کے اسلاف نے بزرگانِ دین کی تبلیغ سے اسلام قبول کیا تھا۔

آپ کے پہلے نامور شخص مولانا عبدالرحیم صاحب تھے جو شاہانِ مغلیہ کے زمانے میں ایک ممتاز شخصیت تھے۔ ان کی اولاد میں جلیل القدر علماء اور حفاظ پیدا ہوئے۔

حضرت رائے پوریؒ کے دادا مولانا محمد اکرم صاحب کے چار لڑکے تھے۔
۱۔ مولانا محمد احسنؒ (۲) مولانا کلیم اللہؒ ۳۔ مولانا محمد یٰسینؒ (۴) اور سب سے چھوٹے حضرت رائے پوریؒ کے والد ماجد مولانا حافظ احمدؒ۔

حافظ احمدؒ صاحب کی خالہ موضع ڈھڈیاں میں بیاہی ہوئی تھیں۔ ان کے کوئی اولاد نہ تھی اس لئے اپنے بھانجے کو بصد اصرار اپنے پاس بلا لیا۔ آپ علاقہ تلہ گنگ سے قرآن مجید حفظ کر کے آئے تھے، یہاں آ کر آپ نے دیگر افراد کنبہ کے ساتھ کھیتی باڑی شروع کی۔

حافظ احمدؒ کی پہلی شادی ڈھڈیاں سے چار میل کے فاصلہ پر موضع ڈھکواں میں ہوئی، ان سے صرف ایک صاحبزادی ہوئیں اور کوئی اولاد نرینہ نہیں ہوئی۔ ساٹھ برس کی عمر تک دوسری شادی نہ کی۔ بعد میں ایک ایک مجذوب بزرگ کی بشارت پر موضع للیانی ضلع سرگودھا کے ایک معزز خاندان میں دوسری شادی کی۔ جن سے تین صاحبزادے پیدا ہوئے۔ (۱) حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ، (۲) حافظ عبدالعزیز (۳) حافظ محمد خلیل اور ایک صاحبزادی۔

حافظ احمد صاحب نے مولانا عبدالقادر رائے پوری کا نام غلام جیلانی رکھا۔ اور یہ نام اس وقت تک رہا جب آپ رائے پور میں حاضر ہوئے تو آپ کے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم نے نام دریافت کیا تو آپ نے "غلام جیلانی" بتایا۔ ارشاد ہوا آپ تو "عبدالقادر" ہیں۔ اس وقت سے یہی نام مشہور ہوا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے چچا حافظ محمد یٰسین صاحب اور مولانا کلیم اللہ

صاحب سے پائی۔ پھر قریباً سولہ سال کی عمر تک موضع جھاوریاں میں مسجد عنایت والی میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔

جفاکشانہ طالب علمی

آپ نے ابتدائی تعلیم کے بعد ہندوستان کی معروف درس گاہوں میں حصول تعلیم کا ارادہ کیا۔ چنانچہ ۱۳۱۴ھ میں سہارنپور مدرسہ مظاہرالعلوم میں داخل ہوئے۔ یہاں پر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب (فرزند مولانا احمد علی محدث سہارنپوری) سے بھی تعلیم حاصل کی اور ایک مسجد میں امامت کے فرائض بھی انجام دیئے۔ اسی زمانہ میں غالباً حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کی پہلی زیارت ہوئی۔

سہارنپور سے آپ پانی پت تشریف لے گئے۔ وہاں مولانا محمد یحییٰ سے شرح جامی پڑھی اور بقول مولانا لقاء اللہ پانی پتی آپ نے ان کے والد حضرت مولانا لطیف اللہ صاحب سے بھی بعض کتابیں پڑھیں۔

حضرت رائے پوری پانی پت سے رام پور بھی گئے اور وہاں نہایت عسرت اور تنگدستی کے عالم میں تعلیم پائی۔ ایک مرتبہ آپ کے والد حافظ احمد صاحب کسی طالب علم کی غلط اطلاع پر کر غلام جیلانی کا انتقال ہو گیا ہے رام پور گئے۔ سردی کا موسم تھا۔ حضرت رائے پوریؒ نے کہیں سے مانگ کر بستر اپنے والد ماجد کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اور خود ایک صف لپیٹ کر اس کے اندر گھس گئے۔ رات جب سردی کی شدت نے تنگ کیا تو کپکپی سے عجیب و غریب آواز پیدا ہوتی۔ والد صاحب یہ سمجھے کر کوئی چوہا یا بلی ہے جو اس طرح کی آواز نکال رہی ہے۔ اسے بھگانے کے لئے زمین پر چھڑی مارتے۔ جب کچھ دیر ہو گئی اور آپ کے والد بار بار یہی عمل کرتے تو حضرتؒ نے فرمایا۔ میں غلام جیلانی ہوں —— اس حالت کو دیکھ کر والد صاحب کو بڑا صدمہ پہنچا۔ ان کے پاس صرف آٹھ روپے تھے وہ اپنے بیٹے کو پیش کئے لیکن جفاکش اور صابر بیٹے نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا۔ آپ سفر میں ہیں راستے میں ضرورت ہوگی۔ اصرار کے باوجود آپ نے یہ رقم قبول نہ کی۔

حضرت رائے پوریؒ کا یہ دور انتہائی تنگی میں گذرا۔ آپ مسجد کے چراغ کی روشنی میں از راہِ تقوٰے مطالعہ نہیں کرتے تھے اور بازار کی لالٹین کی روشنی میں مطالعہ کیا کرتے تھے۔ بعض اوقات کچھ کھانے کو نہ ملتا تو توُل کے پتے اٹھا کر کھا لیتے اور کئی کئی وقت اسی پر گذارا ہوتا تھا۔ ۱۸۹۸ء میں بعض حالات کے پیش نظر رام پور سے دہلی تشریف لے آئے اور مدرسہ حسین بخش میں بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی کے شاگرد مولانا عبدالعلیؒ صاحب سے علم حاصل کیا۔ پھر دوسرے مضافات پر بھی جہاں کے اساتذہ کسی خاص فن میں مہارت رکھتے ان سے کسب فیض کرتے۔

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ مصباح التہذیب بریلی میں بھی پڑھا۔ ان مختلف مقامات پر علوم کی تحصیل اور درسیات کی تکمیل کے بعد بریلی کے ایک رئیس مولوی خدایار خاں کے ہاں ان کے لڑکے مقتدا یار خاں کو پڑھانے پر ملازم ہوتے۔ اسی عرصہ میں آپ نے دس گیارہ مہینے مولوی احمد رضا خاں صاحب کے ہاں ان کے لڑکے مولوی مصطفےٰ رضا خاں کو پڑھانے کے لئے قیام کیا۔ آٹھ روپے مشاہرہ تھا۔

حضرت رائے پوریؒ نے جب علماء بریلی کو علماء دیوبند کی تردید و مذمت کرتے دیکھا تو وہاں سے ملازمت چھوڑ دی اور طبیعت میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہو گئی۔

شاہ عبدالرحیم سے بیعت

بریلی میں قیام کے دوران طبیعت میں بے چینی اور اپنے مشاغل اور ماحول سے بے اطمینانی کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی اور تصوف و سلوک کی مختلف کتابوں کے مطالعہ سے کسی مرشد کامل کی تلاش کا جذبہ پیدا ہوا۔ اور امام غزالیؒ کی کتاب پڑھ کر اسی "یوسف گم گشتہ" کی تلاش میں لگ جانے کا فیصلہ کر لیا جس کی جستجو میں امام غزالیؒ نے سفر کیا تھا اور جس کے بغیر علم بے معنیٰ اور زندگی بے حاصل معلوم ہوتی تھی۔

چنانچہ اسی زمانہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ممتاز خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری کے دورے مشرقی پنجاب ہوا کرتے تھے۔ آپ نے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا کہ بیعت کے واسطے حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے جواب میں حضرت گنگوہیؒ کی طرف رجوع کرنے کا ارشاد فرمایا۔ لیکن حضرت رائے پوریؒ کا قلبی رجحان حضرت شاہ عبدالرحیم کی طرف تھا —— اس لئے رائے پور میں حاضر ہو کر آپ سے بیعت کی اور اپنے شیخ کی ہدایات کے مطابق بہت جلد سلوک کی منزلیں طے کر لیں۔ ۱۹۱۰ء میں حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ نے جب سفرِ حج کا ارادہ کیا تو آپ ہمرکاب تھے۔ یہ سفر ادائے فریضۂ حج کے علاوہ مقبول بارگاہ کی رفاقت ہی دربار میں حاضری کی سعادت کے علاوہ باطنی ترقیات، شیخ کی محبت و خوشنودی کے حصول اور قرب و اختصاص کا ذریعہ ثابت ہوا۔

جب ۲۹ رجنوری ۱۹۱۹ء ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ کو حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری کا انتقال ہوا تو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری اپنے شیخ کے جانشین اور ان کی روحانی دولت و میراث کے امین مقرر ہوئے۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: مودودی صاحب کا فرار

محروم سمجھا جاتا ہے۔

عزیز محترم! آپ جانتے ہیں کہ مودودی صاحب سے میرا قطعاً کوئی ذاتی عناد نہیں صرف حمایتِ حق میں رضاء الٰہی مقصود ہے۔

امید ہے کہ میری ان معروضات پر ہر صاحب علم خصوصاً آپ ٹھنڈے دل سے غور فرمانے کی تکلیف گوارا

(مولوی غلام اللہ خاں)

مومن کا قتلِ عمد
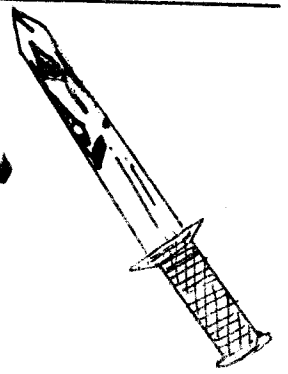
جناب محمود احمد خاں، پی، سی، ایس

میں اس وقت تک یہ نہیں سمجھا سکا کہ قرآن پاک کے اتنے عظیم اور اہم امر کو مسلمان قوم پر کیوں پوری طرح واضح نہیں کیا گیا اور اس حیات و نجات کے مسئلہ کا اعلان کیوں گلی گلی اور کوچے کوچے نہیں کیا گیا۔

ملاحظہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے خنزیر کا گوشت کھانا حرام کیا ہے لیکن اضطراری حالت میں بھوک کے مارے جان جانے کا خطرہ ہو تو اتنا کھا لیا جائے تو اس کی اجازت ہے۔ اس کے باوجود مسلمانوں کی اس سے کراہت کا یہ حال ہے کہ کھانے کا تصور تو کیا اس کا نام تک لینا پسند نہیں کرتے۔ اگر زبان پر نام آ جائے تو فوراً تھوک دیتے ہیں۔ اگر کوئی نام لے لے تو ہم کہتے ہیں کہ صبح صبح کس کا نام لیا ہے خدا جانے آج کھانے کو بھی کچھ ملے گا یا نہیں۔ اس قسم کی کراہت اس معاملہ میں چند دنوں، چند مہینوں یا سالوں میں پیدا نہیں ہوئی بلکہ مسلمانوں نے صدیوں تک مسلسل اس کراہت کو پیدا کر کے اسے قائم رکھا ہے۔ اس وقت میرے خیال میں دنیا بھر کے کروڑوں مسلمانوں میں شاید ایک بھی ایسا نہ ہوگا جس نے کبھی حالت اضطرار میں اس کے گوشت کا ذائقہ چکھا ہو۔ چند سال کی بات ہے میرے عزیزوں میں سے ایک نوجوان میاں بیوی یورپ انگلینڈ وغیرہ میں سیر و سیاحت کی غرض سے گئے انہوں نے اس دوران گوشت کھانا چھوڑ دیا تھا اور مشکوک برتنوں سے پرہیز کے لیے کبھی کسی ہوٹل میں بھنے ہوئے آلو بھی نہیں کھائے۔ بیوی خود کھانا پکاتی اور سبزی ترکاری کھاتے رہے۔

قارئین کرام کو اس امر سے اتفاق ہوگا کہ خنزیر کے گوشت کی حرمت سے کہیں زیادہ حرمت مومن کے خون کی ہے۔ مومن کے قتل ناحق کی وعید ایسی شدید ہے جو کفار و مشرکین کے لیے مخصوص ہے۔ کاش جس طرح خنزیر کے گوشت کے کھانے سے کراہت کو صدیوں ابھارا گیا ہے اسی طرح شدومد سے مسلسل قتل عمد یا خون ناحق کے بارے میں قرآنی احکام کا پرچار کیا جاتا اور ہر مسلمان کے کان تک پہنچایا جاتا تو مجھے یقین ہے کہ خنزیر کے گوشت سے کہیں زیادہ ہماری قوم میں نفرت و کراہت ہوتی اور کسی مومن کا قتل مسلمان کے تصور میں بھی نہ آتا کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کو قتل کر سکتا ہے۔ اس تصور سے اس کا ذہن شل ہو جاتا۔ اس کے ہاتھ کانپ جاتے، وہ لرزہ براندام ہو جاتا اور اس کے پاؤں لڑکھڑا جاتے۔ مسلم معاشرہ میں گزشتہ صدیوں میں اگر قتل مومن کے بارے احکام قرآنی کا مسلسل پرچار ہوتا رہتا تو پھر کوئی مسلمان یہ خیال تک نہ کر سکتا کہ مسلمان ہو کر مسلمان کو کیسے قتل کیا جا سکتا ہے۔ ایسے اسلامی معاشرے میں ایک اجنبی آ کر حیران ہوتا کہ کبھی کوئی قتل عمد نہیں ہوتا اس کے سوال کرنے پر اس معاشرہ کے لوگ حیران ہوتے کہ کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ ایسے اسلامی معاشرہ کے افراد دوسرے معاشرہ میں جا جا کر حیران ہوتے کہ ان کے افراد کیسے آپس میں خون ناحق کرتے ہیں۔ ان کے لیے یہ ایک اچنبھے کی بات ہوتی۔

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ صدیوں سے بے دریغ اور ادنیٰ سی ضمیر کی خلش محسوس کیے بغیر دھڑا دھڑ ایسے قتل کی وارداتیں ہو رہی ہیں اور اب تو ان کی تعداد حیرت انگیز حد تک بڑھ گئی ہے اور ان ہولناک واقعات میں سفاکی، بے باکی اور بے رحمی کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ اس کی تھوڑی سی جھلک اس مضمون کی تمہید میں دکھائی گئی ہے۔ بہرحال جہاں تک مجھے معلوم ہے قرآن پاک کے کلام معجز بیان میں جو افادی پہلو قتل عمد کے سدِ باب سے تعلق رکھتے ہیں ان پر غور نہیں کیا گیا۔ صدیوں سے یہ گوہر نایاب صدف بستہ رہا ہے۔ کسی نے اس کی روشنی سے عوام کو روشناس نہیں کرایا۔ اگر ایسا ہوتا تو شاید مسلمان معاشرہ آج بالکل مختلف ہوتا اور لاکھوں مسلمانوں کا خون ناحق یوں نہ بہتا۔

قرآن پاک کا اعجاز نما فیض رسانی آج بھی اسی طرح سے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ رسالت میں تھی ہمارے اندر موجود ہے۔ اب بھی ہم اس کے نور سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا مجھے ایک مقامی دیوانی عدالت میں حاضر ہونا پڑا۔ میں آواز پڑنے کے انتظار میں عدالت کے باہر برآمدے میں دیوار کے ساتھ بنچ پر بیٹھا تھا۔ کچھ دیر بعد دو نوجوان لڑکے آئے۔ ایک میرے دائیں اور دوسرا بائیں جانب آ کر بیٹھ گیا۔ برآمدہ سے باہر کھلی جگہ پر چند ایک افراد اکٹھے کھڑے تھے غالباً یہ ان لڑکوں کی مخالف پارٹی تھی۔ اس پارٹی نے ان نوجوانوں کو اپنے مخصوص انداز سے للکارا۔ اس للکار کا جواب ان لڑکوں نے زیادہ کڑی للکار سے دیا۔ باہر کے گروہ نے گو بھی آواز سے دوبارہ للکار لگائی۔ اب میری بائیں جانب بیٹھا ہوا نوجوان ذرا آگے جھک کر میری دائیں جانب کے نوجوان سے مخاطب ہوا۔

”اوئے ایہناں نال اک واری نبڑ ای نہ لواں روز روز دی کل کل مکا ای دواں“

پیشتر اس کے کہ دوسرا نوجوان جواب دیتا میں نے بات کاٹ کر پوچھا ”یار کی گل اے ایہناں نال دس تے سہی“ نے جواب دیا ”اوہ جی مکان دا جھگڑا اے ایہہ کمبخت ایسے گل پچھے نے گلوں لہندے ای نہیں“ اس کے بعد اس کے اور میرے درمیان جو مکالمہ ہوا وہ اس قابل ہے کہ اس کو حرف بحرف نقل کیا جائے

مَیں۔ وہ سامنے کا گروہ تمہارا سخت دشمن ہے اور تم چاہتے ہو کہ اس کا زیادہ سے زیادہ نقصان کرو بلکہ اس کو ایسا دباؤ کہ آئندہ تمہاری مخالفت کرنے کے قابل ہی نہ رہے۔

نوجوان۔ ہاں۔

مَیں۔ اور تم یہ چاہو گے کہ تمہیں اس کے مقابلہ میں زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو۔

نوجوان۔ ہاں۔

مَیں۔ اچھا اگر تم اپنے دشمن سے نپٹنے کے لئے ایسا کام کرو کہ نقصان کی بجائے دشمن کا اتنا فائدہ کر دو کہ کروڑوں' اربوں روپیہ سے بھی زیادہ ہو اور اپنا اتنا ہی شدید نقصان کرو اور اس کا نفع اور تمہارا نقصان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اگلی دنیا تک قائم رہے تو بتاؤ تم اس کے دشمن ہو اور اپنے دوست۔

نوجوان۔ نہ جی پھر تو میں اس کا بہترین دوست اور محسن اور اپنا بدترین دشمن ہوں گا۔

مَیں۔ تو سن لو یہ جس سے تم نپٹنا چاہتے ہو اس سے تم یہی کچھ کر رہے ہو۔

نوجوان۔ وہ کیسے۔

میں نے اس کو نہایت سادہ الفاظ میں آیۃ مبارکہ کا (جو اس تحریر کا مرکزی خیال ہے) مطلب سمجھایا کہ کس طرح ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے قتل عمد سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخی ہو جاتا ہے اور کس طرح بموجب حدیث من قتل دون دمہ فھو شھید و من قتل دون عرضہ فھو شھید مقتول مسلمان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہو جائے گا میں نے اس کو یہ مختصر سی بات ذہن نشین کرانی چاہی کہ اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو عمداً قتل کرے تو مقتول کے آخری سانس ختم ہونے پر قاتل ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنمی ہو جاتا ہے اور مقتول شہادت کا درجہ پا کر ہمیشہ کے لیے جنت میں چلا جاتا ہے یہ الگ بات ہے کہ قاتل مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے کر راضی کر لے یا جان کے بدلے جان دے دے اس صورت میں وہ خداوند کریم سے امید کر سکتا ہے کہ اسے معاف کر دے لیکن اگر اس نے نہ خون بہا دیا اور نہ جان کے بدلے جان دی اور عدالت میں قانونی ہیر پھیر کر کے بچ نکلا تو اس نے ابدی طور پر دوزخ خرید لی (اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسے بُرے عذاب سے محفوظ رکھے)

اس گفتگو کے دوران دونوں نوجوان ایسے مبہوت بیٹھے رہے جیسے ان کو دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی ہو۔ معاً ایک نے سکوت توڑا اور کہنے لگا "چاچا اک گل اے میں تے چُپ کر جاواں پر دوجا چپ نہ کرے تے مرتے پتر ھدا ای جائے تے پھیر" مَیں نے اس کو جواب دیا کہ تم اس کو یہ کہو کہ بھئی دیکھو میں تم سے پورا نپٹ سکتا ہوں میں تم سے کمزور نہیں ہوں اور نہ ہی بزدل ہوں مگر اب مجھے خداوند تعالیٰ کے آخری پیغام سے ایک بات کا علم ہو چکا ہے میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔ تو میرا بھائی ہے بھائی بھائی لڑا نہیں کرتے تو جو جی چاہے کر۔ اس جواب سے وہ مطمئن ہو گیا۔ خدا کا کرنا کیا ہوا کہ کچھ ہی لمحوں کے بعد دوسرے گروہ نے پھر للکارا۔ یہ نوجوان نہایت اطمینان اور باوقار انداز سے اٹھا آگے بڑھا اور برآمدہ کے ستون کے ساتھ کھڑا ہو کر اس باہر کے گروہ سے مخاطب ہوا۔ "ویکھ ادے میں تیرے نال نبڑ سکناں واں' میریاں باہواں وی ہن مگر اے چاچا نے اج اک گل دسی اے' ہن میں تینوں کچھ نہیں کہندا۔"

واللہ باللہ العظیم دوسرے گروہ میں سے کسی شخص کو ہمت نہ ہوئی کہ دوبارہ للکارے حد یہ ہے کہ دونوں طرف کے لوگ خاموش ہو گئے اور دوسرے گروہ نے یہ بھی نہ پوچھا کہ وہ کیا بات ہے جو "چاچا" نے کہی ہے میں نے اس کو قرآن کا کھلا کھلا اعجاز سمجھا جو ایک ہزار چار سو سال گزرنے کے بعد بھی ہمارے لئے فیض مطلق کا حامل ہے۔ کاش ہم اسے اپنی بھلائی کے لیے استعمال کر سکتے۔

اس معمولی سے واقعہ نے میرے اندر ایک ایسا پختہ یقین پیدا کر دیا ہے کہ مومن کے قتل عمد کے بارے میں قرآنی عذاب سے مسلمانوں کو ڈرا کر اس کو ہمیشہ کے لیے قتلِ مومن سے روکا جا سکتا ہے اور مسلمان معاشرہ کبھی نہ کبھی ایسا مثالی معاشرہ بن سکتا ہے جس میں صدیاں گزر جائیں اور اس میں کوئی قتلِ عمد نہ ہو لوگ اس معاشرہ کو دیکھ کر حیران ہوں اور یہ دوسرے لوگوں کے ارتکاب قتل پر حیران ہوں کہ یہ درندگی انسان میں کیوں کر رونما ہوتی ہے۔

یقیناً اس مضمون کے پرچار کا کام مساجد میں بیٹھ کر کرنے کا نہیں قتل عمد کے رجحان رکھنے والے لوگ مساجد میں کہاں آتے ہیں۔ ان کے ملنے کے لیے ہمیں خود ان کے پاس جانا ہوگا انہیں خدا کے کلام کا مفہوم پہنچانا ہوگا۔ ان کے ملنے کے لیے ہمیں جیلوں اور سینماؤں کے اندر اور باہر جانا ہوگا جوئے بازی کے اڈوں اور ایسے اڈوں پر پہنچنا ہوگا جو بے راہ رو لوگوں کی آمدورفت سے بدنام ہیں۔ ہمیں بازاروں اور گلی کوچوں اور دیہاتوں میں جہاں قتل کی وارداتیں کثرت سے ہوتی ہیں جانا ہوگا اور وہاں کی فضا سے یہ زہر آلودگی دور کرنے کے لیے مسلسل جدوجہد کرنی پڑے گی۔ اس عمل کے لیے ایسے بے لوث لوگوں کی ضرورت ہوگی جو اوّل اس قرآنی تصوّر سے پورے طور پر آگاہ ہوں اور دوسرے دل و جان سے اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تن من دھن کی بازی لگانے کے لیے تیار اور مستعد رہیں۔

میں حق سبحانہٗ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھ جیسے حقیر بندے کو یہ توفیق دی کہ وہ اس قرآنی تصوّر کی بنیاد پر عملی منصوبہ بندی کی اہمیت کی نشاندہی کرے۔ اب یہ کام اہل علم اور اربابِ عقل و دانش کا ہے کہ اس تصوّر کو عام کریں اور اس کا اتنا پرچار کریں کہ نفس انسانی کی حرمت اور احترام آدمیّت کے تصوّرات ہمارے معاشرہ کے رگ و ریشہ میں سما جائیں اور ہماری فطرت ثانیہ بن جائیں۔

اس وقت اس پروگرام کے متعلق میرے ذہن میں حسب ذیل تجاویز ہیں :-

۱- اس تصوّر کی بنیاد پر اہل علم وسیع پیمانہ پر تحقیق کریں اور اس کے خدوخال سے زیادہ سے زیادہ

(باقی صد۱۳ پر)

چوہدری صادق علی • لائلپور

قوماً حیاریٰ

ضرورت ہے ایسے افراد کی
جو ــــ لکڑی کی تلواریں لے کر
دربیاں داری کے فرائض انجام دیں
اور ــــ باہمد گر بر سرِ پیکار
دینی سیاسی جماعتوں اور اسلامی فرقوں کے مابین
صلح و اتحاد پیدا کرائیں

ایک فکر انگیز دعوتِ عمل

اہل یہود کا یہ خاص طرز عمل رہا ہے کہ جب وہ اپنے دشمن سے دشمن بن کر انتقام نہ لے سکیں تو منافقانہ طور پر اس کے دوست بن جایا کرتے ہیں اور دوستی کے پردہ میں خفیہ سازشوں سے اُسے تباہ و برباد کرنے کی کوششیں کرتے ہیں جب یہود نے محسوس کیا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ کو وہ اپنے جور و ستم سے نہیں مٹا سکتے تو اُنہیں میں سے پالوس نامی یہودی لیڈر نے عیسائی بن کر عیسائیت کی تعلیمات میں تحریف کی اور اس کے اصل جوہر کو فنا کر دیا۔ اسی طرح عبد اللہ ابن سبا یہودی امیرالمومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ کے زمانہ خلافت میں منافقانہ طور پر مسلمان بن گیا جس نے نہ صرف اسلامی عقائد میں تحریف کی مہم شروع کر دی بلکہ خلیفہ وقت اور اس کے عمال کے خلاف سازشیں بھی شروع کر دیں۔ مختلف شہروں میں انقلاب پسند نوجوانوں کو منظم کیا اور حکومتِ اسلامیہ کے خلاف ایک پارٹی قائم کرلی جسے مورخین نے سبائی پارٹی کا نام دیا اس پارٹی نے حضرت عثمانؓ اور ان کے عمال حکومت کے خلاف پورے زور شور کے ساتھ پروپیگنڈا شروع کیا اور الزام تراشی کی مہم چلائی خاص طور پر مصر بصرہ اور کوفہ جہاں بڑی بڑی چھاؤنیاں تھیں وہاں فوجیوں اور عوام میں حکومت کے خلاف نفرت پھیلانا شروع کر دی انقلاب پسند نوجوان مسلمان اس پروپیگنڈا سے متاثر ہوکر سبائی پارٹی میں شامل ہوگئے۔ خاص کر وہ نوجوان جو بڑے بڑے عہدوں کے خواہشمند تھے اور حضرت عثمانؓ نے ان کی خواہشات کو پورا نہ کیا تھا سبائی پارٹی میں شامل ہوگئے۔ چنانچہ ایک طے شدہ منصوبہ کے مطابق کوفہ بصرہ اور مصر سے حج کے بہانے ایک ایک ہزار سبائی پارٹی کی جمعیت حجاز آئی اور مدینہ طیبہ پہنچ کر حکومت کے خلاف احتجاج کرنا شروع کیا۔ حضرت عثمانؓ کے کہنے پر حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ نے ایک مرتبہ تو سمجھا بجھا کر اس ہجوم کو واپس کر دیا مگر چند دنوں بعد وہ پھر واپس مدینہ شریف آئے اور بازاروں میں انتقام انتقام کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اُن کے واپس آنے کا سبب دریافت کیا تو اُنہوں نے ایک خط پیش کیا جو عامل مصر کے نام تھا اور جس میں لکھا تھا کہ یہ باغی گروپ جب مصر پہنچے تو ان سب کو یا قتل کر دو یا قید میں ڈال دو۔ یہ خط ایک قاصد لے کر گورنر مصر کے پاس جا رہا تھا۔ اور وہ سبائی پارٹی نے پکڑ لیا تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ سے اس خط کے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے حلف اُٹھا کر کہا کہ اُنہیں اس خط کے متعلق کوئی علم نہیں ہے۔ یہ خط بظاہر مروان بن حکم نے لکھا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ کے حلفیہ بیان سے بھی سبائی پارٹی مطمئن نہ ہوئی اور خلیفہ وقت کے مکان کا گھیراؤ کر لیا جو چالیس دن تک جاری رہا اور بالآخر امیرالمومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو حج کے مہینہ میں جمعہ کے دن حرم مدینہ شریف کے حدود میں تلاوت قرآن شریف کرتے ہوئے شہید کر دیا گیا۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون)

دو دن تک باغی گروہ مدینہ شریف پر قابض رہا اور کسی کو حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی لاش کو دفن کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ جمعہ کے دن وہ شہید کئے گئے ہفتہ کو تمام دن لاش پڑی رہی اور بعد کی رات خفیہ طور پر چند اہل دل مسلمانوں نے خلیفہ وقت کی لاش کو اٹھایا صرف سترہ آدمیوں نے جنازہ پڑھا اور بغیر غسل کے شہید کی لاش کو جنت البقیع کے قبرستان کے قریب ملحقہ اراضی میں دفن کر دیا جو بعد میں جنت البقیع کی حدود میں شامل کر دی گئی۔

تیسرے دن اہل مدینہ کے عوام نے ماسوائے چند حضرات کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔ سبائی پارٹی اور باغی گروہ نے بھی آکر شیرِ خدا کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ کچھ حضرات جن میں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالےٰ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ بیعت کرنے سے گریز کرتے رہے اور حضرت عثمان کے قاتلوں کو سزا دلانے کے دعویدار بن گئے۔ اموی قبیلہ کے لوگ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے ان دنوں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا حج کرنے مکہ شریف گئی ہوئی تھیں۔ یہ لوگ ان کو راستہ میں جا ملے اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کی اطلاع حضرت عائشہ صدیقہؓ کو دی۔

حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ نے اہل مدینہ کی حالت کی تصویر جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کو پیش کی وہ طبری کے الفاظ میں حسب ذیل تھی۔

انا تحملنا بقلتنا هراباً من المدينة من غوغاءٍ و اعراب و فارقنا قوماً حيارىٰ لا يعرفون حقاً و لا ينكرون باطلا و لا يمنعون انفسهم ٥

(تاریخ طبری بحوالہ سیرت عائشہ مصنفہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

ترجمہ: ہم لوگ مدینہ سے لدے پھندے بدوؤں اور عوام الناس کے ہاتھوں سے بھاگے چلے آئے ہیں اور لوگوں کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ حیران و سرگرداں ہیں نہ حق پہچان سکتے ہیں اور نہ اپنی حفاظت پر قادر ہیں۔

اس کے بعد امت رسول ہاشمی پارہ پارہ ہو کر خانہ جنگی کا شکار ہوگئی حضرت عائشہ صدیقہ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور اور ان کے ساتھیوں میں شامل ہوگئیں۔ ان کا مطالبہ یہ تھا۔ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو فوری سزا ملنی چاہئے۔

ادھر امیرالمؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو علوم قضا اور فیصلہ دینے میں تمام امت کے اندر ایک خاص مقام رکھتے تھے اُن کے لیے بغیر مکمل تحقیق اور شرعی شہادت کے قتل کے مقدمہ کا فیصلہ سنانا ممکن نہ تھا۔

غلط فہمیاں پیدا ہوئیں اور امت کے اندر خانہ جنگی اور لڑائیوں کا آغاز ہوگیا ہر فریق وثوق اور صدق دل سے اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا۔ اور فریق مخالف کو باطل پر تصور کرتا تھا۔ کچھ شرپسند لوگ ان پارٹیوں میں شامل ہوگئے تھے جو ہر مقام پر صلح کی کوشش کو ناکام بنا دیتے تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمت اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ان مناقشاتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ حق پر تھے اور دوسرے حضرات کی اجتہادی غلطی تھی جو امیرالمومنین کے ساتھ لڑے تھے۔

بہرحال امت پر یہ ایک بہت نازک وقت تھا۔ کہ بدر اور احد کے ہیرو ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما تھے۔ اور مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کی ہی گردنیں کاٹی جا رہی تھیں۔ امت محمدیہ تین گروہوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔

۱۔ امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حامیوں کو علوی یا شیعہ علی کہا جاتا تھا۔

۲۔ حضرت امیرالمومنین کے مخالفین جو خون عثمانؓ کے مطالبہ میں پیش پیش تھے ان کو عثمانی کہا جاتا تھا اور یہ فرقہ تیسری صدی ہجری تک بلاد اسلامیہ میں موجود رہا۔

۳۔ ایک تیسرا گروہ ایسا تھا جو اس خانہ جنگی میں قطعاً حصہ نہیں لینا چاہتا تھا اور دونوں پارٹیوں سے علیحدہ رہا اور کسی لڑائی میں حصہ نہ لیا اُن کو اہل سنت والجماعت کہا گیا۔

(بقول سید سلیمان ندوی)

حضرت علی ایک صحابی کے پاس گئے کہ میرا ساتھ دو انہوں نے کہا کہ مجھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب مسلمان آپس میں لڑیں گے تو تو لکڑی کی تلوار بنا لینا لہذا میں نے لکڑی کی تلوار بنا لی ہے اور گوشہ نشیں ہوگیا ہوں جو مجھ پر حملہ کرے گا اس کی مدافعت اس لکڑی کی تلوار سے کروں گا اور خود کسی پر حملہ نہیں کروں گا۔

مندرجہ بالا واقعات بطور تذکیر بایام اللہ عرض کئے گئے ہیں۔ تاریخ اپنے آپ کو دھراتی ہے اور آج پاکستان کے مسلمان بھی انتشار در انتشار کا شکار ہیں۔ مختلف سیاسی پارٹیاں معرض وجود میں آگئی ہیں ایک دوسرے کے خلاف الزام تراشی کے تیر چلائے جا رہے ہیں۔ سرفروشوں اور غازیوں کی بھرتی جاری ہے اور لڑائی کا سامان تیار کیا جا رہا ہے ایک دوسرے کے خلاف قتال کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔ کوئی بھی یہ سوچنے کے لیے تیار نہیں کہ آخر یہ معرکہ آرائی کس کے خلاف کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کی تلواریں کفار یہود اور نصاریٰ کے خلاف حرکت میں آنی چاہئیں یا اپنے ہی مسلمان بھائیوں کی گردنیں کاٹنے کے لیے خدا نخواستہ اگر مخلص حضرات نے اصلاح کی کوشش نہ کی تو خانہ جنگی کا اشد خطرہ ہے اور ایسا نہ ہو کہ جنگ جمل اور جنگ صفین کا نقشہ پھر پاکستان کی سرزمین میں قائم ہو جائے۔ ادھر عوام کی یہ حالت ہے کہ وہ حیران پریشان اور سرگرداں ہیں۔ "فوماً حیاہیٰ" کے الفاظ ان کی ذہنی کیفیت کی صحیح تصویر پیش کرتے ہیں۔

عوام بیچاروں کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا ہے کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون (لَا يَعْرِفُوْنَ حَقًّا وَّلَا يُنْكِرُوْنَ بَاطِلًا) کیونکہ مخلص علماء اور صلحاء متعدد گروہوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ ہر فریق اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے۔ اور باقی سب کو باطل پر تصور کر رہا ہے۔

جس طرح بدر اور احد کے ہیرو جنگ جمل اور جنگ صفین میں ایک دوسرے کے خلاف تلواریں چلا رہے تھے۔ بعینہٖ ہمارے علماء اور صلحا ایک دوسرے کے خلاف الزام تراشی کے تیر برسا رہے ہیں۔ خدا نخواستہ اگر الفاظ کی جنگ کے بعد اسلحہ کی جنگ شروع ہوگئی تو ملک اور قوم کے لیے جو نقصان ہوگا اس کے تصور سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

میں مخلص حضرات اور خاص کر علماء حقانی سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ بطور مصلح کے میدان میں آئیں اور صلح کے لیے آواز بلند کریں جس طرح لکڑی کی تلوار والوں کا جذبہ تھا۔ اسی جذبہ سے فریقین میں مصالحت کی کوشش کریں اور فرمانِ خداوندی وَ اِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا (اگر دو مسلمان جماعتیں لڑ جائیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو) کے مطابق صلح بین المسلمین کا پروگرام بنا کر صدق دل سے قدم اُٹھایا جائے۔ عین ممکن ہے کہ پاکستانی مسلمانوں کو یا کم از کم مخلص علماء کو متحد کیا جاوے یہ کام مشکل ضرور ہے مگر ناممکن نہیں بقول مفتی محمد شفیع صاحب ملتانی اگر ناممکن ہوتا تو حق تعالےٰ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا کا حکم قرآن پاک میں نہ فرماتے۔

اس حکم کا تقاضا یہی ہے کہ اہل اسلام کے درمیان اتحاد و یگانگت ہونی چاہئے اور اگر کوئی صورت اختلاف کی پیدا ہو بھی جائے تو اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ کر اتحاد و اتفاق کی راہ ہموار کر لینی چاہیئے۔

علماء کرام اور دینی و سیاسی جماعتوں کے مابین اس وقت جو اختلافی فضا پائی جاتی ہے اسے درست کرنے کے لیے علماء حق کو میدان میں آنا چاہیئے۔ مندرجہ ذیل غیر جانبدار علماء کرام اس اہم دینی، قومی اور ملکی سالمیت کے فریضہ کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے سکتے ہیں:

۱۔ مولانا محمد یوسف صاحب بنوری
دارالعلوم نیو ٹاؤن۔ کراچی
۲۔ مولانا شمس الحق صاحب افغانی
جامعہ اسلامیہ بہاول پور
۳۔ مولانا عبدالحق صاحب۔ اکوڑہ خٹک
۴۔ مولانا خیر محمد صاحب
مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان
۵۔ مولانا محمد احمد صاحب
جامعہ عباسیہ بہاول پور
۶۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب
مہتمم مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷۔ مولانا مفتی زین العابدین صاحب
امیر تبلیغی جماعت لائل پور

راقم الحروف مختلف مکاتب فکر کے علماء کرام کا ادنیٰ خادم ہے۔ صلح بین "العلماء والمسلمین" کے لیے آج جس

(باقی ص۱۳ پر)

سائنس کی تدوین و ترقی میں مسلمانوں کا حصّہ

علمی رفتارِ ترقی کا جائزہ

حکیم آفتاب احمد قریشی - ایم اے

سائنس کی تدوین اور ترقی میں مسلمانوں کا اہم کردار ہے۔ مسلمانوں نے نہ صرف سائنس کی ترقی میں اہم حصّہ لیا، بڑی اہم سائنسی اور طبّی ایجادات کیں بلکہ جدید سائنس کی بنیاد رکھی۔ مغرب نے مسلمانوں سے استفادہ کیا۔ یہ حقیقت بیحد افسوسناک ہے کہ مغرب نے مسلمانوں کے علمی احسانات کو فراموش کر دیا۔ اس امر کی مسلسل سعی کی گئی کہ مسلمانوں کے عظیم علمی کارناموں کو نظر انداز کر دیا جائے۔ مغرب کی کسی کتاب کا مطالعہ کریں۔ مسلمانوں کے علمی کارناموں کا تذکرہ نہیں ہوگا حالانکہ مسلمانوں نے ایک ہزار سال تک علم کی شمع کو فروزاں رکھا۔ اور اسی کی روشنی میں مغرب کا کارواں جادہ پیما ہوا۔ اس سے بڑی احسان فراموشی اور ناسپاس گذاری کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی —— اس حقیقت کا اعتراف مغرب کے بعض دانش وروں نے کیا ہے۔

مشہور مفکّر "جان ولیم ڈریپر" اپنی کتاب "یورپ کی ذہنی ترقی" میں رقمطراز ہے:

"میں اس امر پر افسوس کا اظہار کرتا ہوں کہ مغرب کے اربابِ علم نے منظم اور مسلسل سعی کی ہے کہ مغرب پر مسلمانوں کے علمی احسانات کو نظر انداز کر دیا جائے۔ مگر ہم ان حقائق کو زیادہ دیر تک چھپا نہیں سکتے۔ مذہبی اور قومی تعصّب کی بناء پر آپ ہمیشہ ناانصافی نہیں کر سکتے عربوں نے مغرب کو ذہنی طور پر متاثر کیا۔ عربوں کے کارنامے تو آسمان پر ستاروں کی طرح درخشاں ہیں۔"

یہ تو ایک مفکّر کا اعترافِ حقیقت ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ مغرب کی تمام تر ترقی مسلمانوں کی رہینِ منت ہے۔ مغرب نے ہزاروں عربی کتابوں کا ترجمہ کیا۔ مغرب کی درس گاہوں میں مسلمان مصنّفین کی کتابیں صدیوں تک نصاب کے طور پر رائج رہیں، مغرب کے ہزاروں طلباء نے مسلمانوں کی علمی درسگاہوں میں تعلیم حاصل کی۔ مسلمان دانش وروں کو مغربی حکومتیں مدعو کرتیں اور ان کے علم و فضل سے فائدہ اٹھاتیں۔ مسلمانوں کی علمی ترقی کی داستانیں یورپ کے گوشے گوشے میں بکھری ہوئی ہیں۔ مسلمانوں کی عظمت کے نقوش مغرب کے دل و دماغ پر ثبت ہیں۔ مسلمان نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ اس دلآویز داستان کے پراگندہ اوراق کو جمع کریں اور پھولوں کا ایسا گلدستہ تیار کریں جس سے باغ عالم دوبارہ مہک اٹھے۔

مسلمان "سائنس کے بانی"

مغرب میں راجر بیکن کو سائنس کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ راجر بیکن نے استقرائی طریق پیش کیا۔ یہ عملی طریق کار ہے۔ راجر بیکن نے سب سے پہلے اس امر کا اظہار کیا کہ فطرت کے مطالعہ کے لئے جزئی امور سے کلّی امور کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ راجر بیکن نے اس کو جدید طریقِ کار قرار دیا۔ اسی کو تجربی طریقِ کار اور سائنٹفک میتھڈ بھی کہا جاتا ہے۔ اور اسی نے جدید انکشافات کے دروازے کھول دیے۔ ہم علوم و فنون کی تاریخ کا دقتِ نظر سے جائزہ لیتے ہیں تو ہم پر یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ:

"سائنس کا بانی راجر بیکن نہیں بلکہ مسلمان تھے۔"

اس سے صدیوں قبل مسلمان سائنس کی بنیاد رکھ چکے تھے۔ راجر بیکن نے مسلمانوں سے استفادہ کیا۔ اس نے مسلمان سائنس دانوں اور مفکّرین کی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا۔ اس کے دور میں مسلمانوں کا علمی سکّہ رواں دواں تھا۔ ایک سائنسدان کی حیثیت سے راجر بیکن کا فرض تھا کہ وہ مسلمانوں کے علمی کمالات کا اعتراف کرتا اور اس حقیقت کو بیان کرتا کہ اس نے مسلمانوں کی علمی مساعی سے استفادہ کیا ہے۔

راجر بیکن اس معیار پر پورا اُترا راجر بیکن نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ اس نے عرب سائنسدانوں سے استفادہ کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سائنس کی تدوین راجر بیکن کی نہیں بلکہ مسلمانوں کی مساعیٔ جمیلہ کی رہینِ منت ہے۔

سائنس کی تعریف سائنس کی تعریف برطانوی دائرۃ المعارف میں اس طرح کی گئی ہے کہ:

"سائنس وسیع معنوں میں علم کے مترادف ہے اور محدود مضمون میں مظاہر قدرت کا مرتّب علم ہے۔"

پروفیسر تھلر نے سائنس کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

"یہ ایسا علم ہے جس کے اصولِ تنقیح کئے گئے ہیں۔"

مارشل نے کہا ہے کہ:

سائنس معیّن، منظم اور شعبوں میں منقسم علم کا نام ہے جس کی احتیاط کے ساتھ تنقیح کی گئی ہو اور پھر اسے ہمہ گیر قانون کی شکل دی گئی ہو۔"

علم و حکمت کا اوّلین گہوارہ یونان تھا۔ یونان نے مختلف علوم و فنون کی ترقی و تشکیل میں بڑا اہم کام کیا طب اور بعض دیگر علوم کی ابتدا بھی

یونان میں ہوئی مسلمانوں نے یونان کے علمی کارناموں کا ہمیشہ اعتراف کیا ہے۔ مسلمانوں کے جذبۂ سپاس گذاری کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے طبّ اسلامی کو طبِ یونانی سے موسوم کیا۔ حالانکہ یورپ کے مؤرخین اسے طبِ عربی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

یونان میں علمی ترقی کی ابتدا تھی یونانی غور و فکر اور ظن و تخمین کے قائل تھے۔ وہ ایک مفروضہ سوچتے اور اس سے اصول وضع کرتے۔ یونانی کلیات سے جزئیات کی جانب رجوع کرتے۔ یعنی کل امور سے جزئی امور ترتیب دیتے۔ اصل میں یونانی زیادہ تر فلسفی تھے دیگر علوم پر بھی ان کے فلسفیانہ افکار چھائے ہوئے تھے۔

اسلام کا دورِ اقبال آیا تو ایک عالم کو روشناس فتح و کامرانی کر گیا۔ سرکارِ دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس صحیح معنوں میں دنیا کے لئے رحمت ثابت ہوئی۔ انہوں نے ہر شعبۂ زندگی میں انسانیت کی راہنمائی کی۔ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم علم و حکمت کے شائق اور تجربہ و مشاہدہ کے بڑے قائل تھے۔ طب کے دائرہ میں آپؐ کے ارشادات بڑے حقیقت افروز اور سائنس کے مطابق ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"علاج کا حق تعلیم یافتہ اور اہل معالج کو ہے"

ذاتی اور اجتماعی صفائی اور پاکیزگی کے لئے سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زور دیا۔

دانتوں کی صفائی، غسل اور ورزش حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں سے تھی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مشاہدہ اور تجربہ کی ہر ہر قدم پر مثال دنیا کے سامنے پیش کرتے تھے۔ کفار نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا تو حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے مدینہ کے گرد خندق کھدوائی۔ جس سے عرب ناآشنا تھے۔ گویا عرب کی جنگی سائنس میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی نے مسلمانوں کو بے حد متاثر کیا۔ قرآن پاک میں بھی مسلمانوں کو جستجو اور مشاہدہ کی تلقین کی گئی ہے مسلمانوں کی ابھرتی ہوئی قوم میں جوشِ عمل کی فراوانی تھی۔ یونان کے کے علاوہ دیگر ممالک سے بھی تحصیل علم کی۔ مسلمان مشاہدہ اور تجربہ پر زیادہ توجہ دیتے تھے۔ یونانی تو زیادہ تر فلسفہ سے رغبت رکھتے تھے۔ اس کے برعکس مسلمان سائنس کی جانب متوجہ تھے۔ اسی بناء پر مسلمان عروسِ حقیقت سے ہم کنار ہوئے اور انہوں نے سائنس کی بنیاد رکھی۔

علمی ترقی کے تین دور

مسلمانوں کی علمی ترقی کے تین دور ہیں:۔

پہلا دور پہلے دور کی ابتدا دوسری صدی سے ہوتی ہے۔ اس دور میں مختلف ماہروں نے سائنس، طب اور دیگر موضوعات پر کتابوں کا ترجمہ کیا۔ بغداد میں بیت الحکمت قائم کیا گیا۔ مسلمانوں کے ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے ہندوستان سے بھی عالموں کو بغداد میں بلایا اور ہندوستان کی بلند پایہ کتابوں کو عربی میں منتقل کرنے کا انتظام کیا۔

دوسرا دور دوسرے دور میں مسلمانوں نے یونانی، مصری، ہندی، ایرانی علوم و فنون کا مطالعہ کیا اور ان کے اصول و فروع پر مجتہدانہ بحث کی۔ یہ دور چوتھی صدی ہجری میں ختم ہوتا ہے۔

تیسرا دور تیسرے دور میں مسلمانوں نے تحقیقی کام کا آغاز کیا۔ سائنس کی بنیاد رکھی۔ اس نے نئے نئے علوم مدون کئے اور نئے نظریات ترتیب دیے۔ اس دور میں مسلمانوں نے بوعلی سینا، رازی، ابو القاسم، زہراوی، ابن ہیثم، عمر بن خیام جیسے سائنسدان پیدا کئے۔

اس دور میں کیمسٹری (علم کیمیا) کو مدون کیا گیا۔ اس عہد میں مختلف علوم و فنون نے اس قدر ترقی کر لی تھی کہ انہیں مختلف شعبوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ مثال کے طور پر طب کے دائرہ میں طبیب، جراح، کحال، بیطار الگ الگ ہوا کرتے تھے۔ طبیب کا فرض عام امراض کا معالجہ تھا۔ جراح جراحت کرتا تھا، کحال آنکھوں کا علاج کرتا تھا، جابر ٹوٹی ہوئی ہڈیاں ٹھیک کرتا تھا، بیطار جانوروں کا علاج کرتا تھا۔

ابن ابی اصیبعہ نے "عیون الانباء" میں تصریح کی ہے کہ بعض اطبّا صرف جڑی بوٹیوں سے علاج کرتے تھے، بعض علم السموم (زہر) کے ماہر تھے۔

مسلمان علماء اور سائنسدانوں نے اسلامی تعلیمات کے مطابق تجربہ اور مشاہدہ کو اپنے علم کی اساس قرار دیا اور اس طرح جدید سائنس کی بنیاد رکھی یونانیوں کے برعکس مسلمان فلسفی سائنس سے متاثر تھے۔ نظام، ابن تیمیہؒ اور ابن حزمؒ نے علم کا ماخذ احساس شعور کو قرار دیا۔ اور استقراء کو استدلال کا قابلِ اعتماد طریق تسلیم کیا۔ اسی طرح البیرونی اور الکندی نے مشاہدہ و استقراء کے ساتھ ساتھ تجربی طریق کار کی جانب توجہ مبذول کی۔ جاحظ اور ابن مسکویہ نے نباتی اور حیوانی زندگی کے مشاہدہ سے اصول ارتقاء کی طرف سب سے پہلے اشارے کئے اور استقرائی طریق سے نتائج اخذ کئے۔

ابن خلدون مشہور مفکر ہے جس نے تاریخ میں سب سے پہلے استقرائی طریق تحقیق کو استعمال کیا۔ ابن الہیثم نے تجربی طریق کار کی جانب توجہ مبذول کرانے کے لئے کئی کتابیں تالیف کیں۔

مسلمانوں کے نئے نظریات

مسلمانوں نے سائنس میں کئی نئے نظریات بھی پیش کئے۔ نظریۂ ارتقاء، دورانِ خون، حیاتِ نبات، کششِ ثقل وغیرہ نظریات مسلمانوں کی علمی مساعی کا حسین ثمر ہیں۔

سائنسی علوم میں مسلمانوں کے مستقل اضافات

مسلمانوں نے نہ صرف سائنس کو مدون کیا بلکہ انہوں نے سائنسی علوم میں مستقل اضافات بھی کئے۔ طبیعات (فزکس)، کیمسٹری (کیمیا)، طب (میڈیسن)

سرجری (جراحت)، طبقات الارض (منزل سروے) بیالوجی (حیاتیات) حساب (میتھمیٹکس) الجبرا اور دیگر علوم میں مسلمانوں کے کارنامے سائنس کی تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حکیم مشرق علامہ اقبال رح نے اپنے مشہور خطبات میں اس امر کو بڑی تفصیل سے واضح کیا ہے کہ اسلامی حکماء نے عالمِ محسوس کے حقائق پر قابو پانے کے لئے مشاہدہ، تجربہ اور پیمائش کو ظن و تخمین کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت دی اور اس طرح جدید سائنس کی بنیاد رکھی۔

علامہ اقبال کی رائے میں مسلمانوں میں تجربہ اور مشاہدہ کی بناء پر یونانی افکار سے مفاہمت نہیں بلکہ مسلسل اور لگاتار فکری تصادم تھا۔

لیبان "تمدن عرب" میں تحریر کرتے ہیں کہ عربوں کا طریق تحصیل، تجربہ و مشاہدہ تھا۔ انہوں نے علمی تحقیقات میں تجربہ کو داخل کیا اور اس کے موجد وہی تھے نہ کہ بیکن۔"

تھارن ڈائیک تحریر کرتے ہیں کہ:- "عرب اپنے علوم و فنون میں اکثر عملی طریقِ کار استعمال کرتے تھے۔"

کیمسٹن نے بیان کیا ہے:- "راجر بیکن سے بہت پہلے عربوں کو تجربی طریق معلوم تھا۔"

سدیو نے تاریخ عرب میں بیان کیا ہے کہ:- "بغداد کے مدارس میں سائنٹفک جذبات چھائے ہوئے تھے۔ اور ان کے پاس ایسا طریق کار موجود تھا جو عہدِ حاضر میں اکتشافات و ایجادات کا موجب بنے۔"

جارج سارٹن امریکہ کے ایک مشہور مصنف جارج سارٹن نے ایک کتاب "سائنس کی تاریخ" لکھی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے، کہ "نویں صدی عیسوی ایک خالص مسلم صدی تھی کہ دماغی کام دوسرے ممالک میں مفقود نہیں ہو گیا، بلکہ حالات اس سے بہت مختلف تھے لیکن مسلمان فضلاء اور سائنس دانوں کی کارروائی دوسروں سے بے اندازہ بڑھ چڑھ کر تھی۔ اس زمانے میں وہ تہذیب کے حقیقی علمبردار تھے ان کی کارگذاری تقریباً ہر نکتہ خیال سے افضل تھی۔

کیمسٹن نے اپنی کتاب "تاریخ طب" کے تعارف میں تحریر کیا ہے کہ:-

"عرب صرف یونانی سائنس کی کتابوں کو جمع کرنے اور انہیں یورپ کو منتقل کرنے پر ہی اکتفا کرتے تو بھی صرف یہ کام ان کے لئے باعثِ صد افتخار ہوتا لیکن انہوں نے اس سے بڑھ کر کام کیا یعنی ادبیات اور سائنس دونوں میں انہوں نے نئی اور تازہ تصانیف کیں۔"

بقیہ: مومن کا قتل عمد

نمایاں صورت میں عوام کو روشناس کرائیں حتیٰ کہ یہ تصوّر اتنا عام ہو جائے کہ قرآنی احکام کا اور حضور صلعم کی حدیثوں کا یہ تقاضا پورا ہو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا سچے دل سے بھائی ہو اور سب ایک دوسرے کے گزند سے محفوظ رہیں۔

۲- اہل علم اصحاب اور ارباب عقل و دانش اس منصوبہ کو کامیاب بنانے کے لیے دوسرے اقدامات کے علاوہ جا بجا اور پے در پے مذاکرات منعقد کرائیں اور شرح و بسط کے ساتھ اس مضمون پر روشنی ڈالیں

۳- اہل ادب اس مضمون پر طبع آزمائی کریں اور اس کو دلچسپ بنا کر عوام کے ذہن نشین کریں۔

۴- فلم انڈسٹری، سینما اور ریڈیو ٹیلی ویژن اور رسالے، اخبار اپنی لامحدود قوت تبلیغ کو اس پر صرف کریں۔

۵- اس تصوّر کا بنیادی کام بلا تاخیر شروع کر دیا جائے اور تجربے کے طور پر ابتداً ایک مخصوص علاقہ منتخب کر لیا جائے تاکہ اس کی عملی صورت میں اس کے جو اثرات مرتب ہوں اس کی بنا پر مستقبل کے لیے منصوبہ بناتے وقت اس تجربہ سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔

فی الحال ایک کمیٹی کی تشکیل کی جائے جو لاہور میں کام کرے۔ اس میں محکمہ اوقاف، پولیس، ضلعی انتظامیہ لاہور کے چند نمائندے اور معزز شہری اور علماء ممبر ہوں۔ ممبران کے انتخاب میں یہ بات خاص طور پر ملحوظ رکھی جائے کہ منتخب شدہ اصحاب متدین اور مخلص ہوں اور عملی استعداد رکھتے ہوں۔

یہ کمیٹی اپنے کام کے لیے طریق کار طے کرے اور اس سلسلہ میں چھوٹے چھوٹے پمفلٹ، قطعات اور اشتہار چھپوائے جو جاذب نظر ہوں۔ آسان اردو میں جلی حروف میں لوگوں کو اس مضمون سے آگاہ کریں۔

یہ کام لگاتار کرنے کا ہے اگر ہم بیس سال میں بھی اس عمل کے زیر اثر کسی ایک محدود علاقہ میں مومن کے قتل عمد کو ختم کر سکیں تو یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ خدا کرے کچھ سنجیدہ لوگ اس طرف متوجہ ہوں۔ میرا زندگی کا تجربہ ہے کہ ہمارے معاشرہ کے گم گشتہ اور بے راہ لوگ صحت مند دل و دماغ رکھتے ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ ہم نے ان تک پیغام نہیں پہنچایا۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

بقیہ: قومًا جاری

قسم کی کوشش کی ضرورت ہے محتاج ذکر نہیں۔ علماء کرام اپنی باقی تمام مصروفیات سے فارغ ہو کر اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ اور علماء دینی جماعتوں کے مابین صلح کی کوشش کرائیں۔ اس سلسلہ میں اگر میری خدمات کی ضرورت ہو تو خادم حاضر ہے۔ حتیٰ کہ اس نیک مقصد کی تکمیل کے لیے میرا غریب خانہ حاضر ہے۔ اگر یہ تجویز مناسب ہو اور جو حضرات اس سے اتفاق فرمائیں وہ درج ذیل پتہ پر رابطہ قائم فرمائیں۔

(چوہدری) صادق علی

پی ۱۵۷ ریلوے روڈ لائلپور (متصل بڑا ڈاکخانہ)

دنیا ہر میدان میں ترقی کر رہی ہے سائنس نے وہ وہ ایجادات کی ہیں کہ عقل دنگ رہ جائے ——— مگر بھوک کے علاج کے لئے کوئی فیکٹری قائم نہیں کی گئی!

بے معیارِ ترقی؟

بھوک، بیماری اور موت

اس زمانہ میں قریب قریب ہر ملک ترقی کی طرف جا رہا ہے جو ملک زیادہ ترقی کر گئے ہیں ان کے مقابلہ میں کم ترقی پانے والے ممالک کی کوئی اہمیت محسوس نہیں ہوتی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ جمود کی حالت میں ہیں اور زمانہ کا ساتھ نہیں دے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہے' ہر ملک اپنی بساط کے مطابق کروٹیں لے رہا ہے اور اس میں معیار زندگی کو بلند کرنے کا احساس پیدا ہو گیا ہے۔

لیکن بہت کم لوگوں نے اس پر غور کیا ہو گا کہ ترقی ہے کیا؟ حقیقی اور مصنوعی ترقی میں کیا فرق ہے؟ اور وہ کیا معیار ہے جس پر ہم ترقی اور تنزل کو جانچ سکیں۔

مشکل یہ ہے کہ پروپیگنڈے اور نشر و اشاعت کے ہمہ گیر ذرائع نے صحیح اور غلط معیار میں کوئی امتیاز باقی نہیں رکھا ہے۔

عوام میں یہ صلاحیت ہی نہیں کہ وہ اپنے طور پر کسی معاملہ پر غور کر سکیں۔! وہ ریڈیو' اخبارات' سینما' سرکاری پروپیگنڈہ کے بعد اس قابل ہی نہیں رہے کہ اپنی آنکھ سے دیکھ سکیں' اپنے دماغ سے سوچ سکیں اور اپنے کانوں سے سن سکیں' وہ دوسروں کی آنکھ سے دیکھتے اور دوسروں کے دماغوں سے سوچتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج لیڈروں اور سیاست دانوں کی تو کثرت ہے مگر وہ لوگ پیدا نہ ہو سکے جنہیں ابوالکلام آزاد کا بدل قرار دیا جا سکے۔!

غرض عوام کی سمجھ بوجھ میں بہت بڑی حد تک زوال آ گیا ہے۔! اس لیے ان میں یہ تمیز ہی نہ رہی کہ ترقی کا معیار کیا ہے؟ اور ہمارا زمانہ کس اعتبار سے ترقی اور کس اعتبار سے تنزل کر رہا ہے!

اگر ترقی کا معیار سرعت ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ موجودہ دور پر تمام ترقیاں ختم ہو چکی ہیں۔ آج کا انسان بڑی سرعت سے ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر لیتا ہے۔ ایک مشین پلک جھپکتے ہی مہینوں کا کام گھنٹوں میں کر ڈالتی ہے، بٹن دباتے ہی سارا شہر روشنی سے جگمگا اٹھتا ہے۔ چند منٹوں میں ناگاساکی اور ہیروشیما کو تودۂ خاک بنایا جا سکتا ہے

ابھی خبر آئی کہ فلاں لیڈر نے دہلی میں تقریر کی' تھوڑی دیر بعد خبر آ جاتی ہے کہ اس نے رنگون میں تقریر کر ڈالی اگر سرعت بذاتِ خود ایک ترقی ہے تو پھر دنیا کو انتہائی عروج پر سمجھنا چاہیئے۔!

اگر معیار صنعتی ترقی ہے تو وہ بھی شباب پر ہے اور اس زمین میں مزید ترقی کی گنجائش بھی ہے۔

بے شک ہماری آنکھیں یہ سب کچھ دیکھ رہی ہیں کہ نہروں پر پل باندھے جا رہے ہیں' گاؤں گاؤں بجلی پہنچائی جا رہی ہے۔ جگہ جگہ اسکول کھولے جا رہے ہیں' ہزاروں میل لمبی سڑکیں بنائی جا رہی ہیں مگر ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ یہ ترقیاں ہماری نفسیات کا ساتھ نہیں دیتیں انجن گاڑی کے بغیر ہی سرپٹ دوڑا جا رہا ہے' دوائیں کثرت سے ایجاد ہو چکی ہیں' مگر بھوک کی دوا کوئی فیکٹری تیار نہیں کرتی۔

جب ہم صبح ہی صبح جاڑے کے موسم میں مزدوروں کو میلی اور ہلکی چادروں میں ملبوس بھاگ دوڑ کرتے اور عظیم الشان عمارتوں کے نیچے سے گزرتے دیکھتے ہیں تو خیال آتا ہے کہ ترقی کا انجن بہت آگے نکل گیا ہے اور یہ مسافر سوار ہونے سے رہ گئے ہیں اور تو اور ناچ گانوں نے ترقی کی ہے۔ کہ اگر گذشتہ زمانہ کے تمام رنگیلے شاہ بھی واپس آ جائیں تو مقابلہ نہیں کر سکتے۔!

لیکن اگر یہ ترقی معیار زندگی کی ترقی کے ساتھ ساتھ چلتی اور ناچنے کے ساتھ قوتِ خرید کو بھی پھلنے کا موقع ملتا تو زندگی کے انداز میں توازن پیدا ہو جاتا۔

ہمیں دیہاتوں میں غریب دیہاتیوں کے لئے ریڈیو سیٹ لگائے جا رہے ہیں کتنی اچھی بات ہے کہ غریب دیہاتی بھی ریڈیو سے محروم نہ رہیں لیکن اگر ریڈیو کے ساتھ ہی ان کی غربت کو بھی دور کیا جاتا یا انہیں قرضہ کے بار سے نجات دلائی جاتی' یا ان کا معیار زندگی ایک مقررہ رفتار سے بلند کیا جاتا تو ریڈیو کی آوازوں میں خاص دلکشی پیدا ہو جاتی'

ایک کسان جو قرضہ کے بوجھ سے دبا ہوا ہے وہ ریڈیو کے گانے تو ضرور سن لے گا مگر اسے یہ بھی محسوس ہو گا کہ ریڈیو کی مشغولیت نے اسے بہت سے کاموں سے محروم کر دیا ہے۔ ریڈیو نہ سنتا تو وہ آسانی سے اپنے بیمار بیل کی دیکھ بھال کر لیتا۔!

مدھیہ پردیش میں جب ایک وزیر صاحب ریڈیو نصب کرانے گئے تو دیہاتیوں نے ادب کے ساتھ عرض کیا کہ آپ ہمیں ریڈیو سے معاف کیجئے کیونکہ ہمارے پاس اتنا نہیں کہ اسے دو وقت کی روٹی دے سکیں' جب انہیں بتایا گیا کہ ریڈیو کھانا نہیں مانگتا تو وہ خاموش ہوئے!

مگر اس خبر سے یہ تو معلوم ہوا کہ دیہاتی اپنی غربت کی وجہ سے کسی کو دو وقت کا کھانا بھی نہیں کھلا سکتے!

اگر معیار زندگی بلند ہونے کے ساتھ دیہاتیوں کو ریڈیو دئے جاتے تو مادی اور نفسیاتی ترقیوں کا سنگم کچھ اور بھی لطف پیدا کرتا۔!

غرض دنیا ترقی کر رہی ہے مگر اس کی یہ ترقی یک رخی ہے۔ اور یہی بے چینی کا سب سے بڑا سبب ہے۔

★

درس قرآن

قرآن ابدی کتاب ہے

از: مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب ـــــ مرتبہ: محمد عثمان غنی

(۹)

وَمَآ اَھْلَکْنَا مِنْ قَرْیَۃٍ اِلَّا وَلَھَا کِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ہ اور نہیں تباہ کی ہم نے کوئی بھی بستی مگر اس کے لئے ایک وقت مقرر لکھا ہوا تھا، یعنی مکّے والے اس بات پر نازاں نہ ہوں یا دنیا والے جو قرآن کے منکر ہیں ـــ قرآن ابدی کتاب ہے۔ آج جو ساری دنیا میں گڑبڑ ہے اس کا کوئی حل نہیں ہے سوائے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ـــ ساری دنیا میں، آپ دیکھتے ہیں دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ جاپان میں دیکھیں، امریکہ میں دیکھیں، انگلستان میں دیکھیں "دانشور" نہیں ہیں؟ لیکن وہاں کیا ہو رہا ہے؟ یہ سب بغاوت ہے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ـــ فرمایا مَآ اَھْلَکْنَا مِنْ قَرْیَۃٍ۔ ہم نے نہیں تباہ کیا کسی بھی بستی کو، اِلَّا وَلَھَا کِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ۔ ان کے لئے ایک وقت مقرر لکھا ہوا ہے۔ چونکہ پہلے نبی آتے تھے ایک ایک بستی کے لئے۔ وہ بستیاں نبی کی تکذیب پر تباہ ہوئیں اور امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی ہیں سب بستیوں کے لئے وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ (۳۴: ۲۸) قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (الاعراف ۱۵۸) حضور سارے کرۂ ارضی کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اس لئے کرۂ ارضی والے جب تک امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) پر سچے دل سے ایمان نہ لائیں گے کبھی بھی امن اور چین سے نہیں رہ سکتے۔

فرمایا۔ میرے فیصلے کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّۃٍ اَجَلَھَا وَمَا یَسْتَاْخِرُوْنَ ہ آگے نہیں ہوتی کوئی بھی اُمّت اپنے وقت سے اور نہ پیچھے رہتی ہے ـ جتنے منٹوں پر، جتنے سیکنڈوں پر، جس جگہ پر، جس حال پر میں چاہتا ہوں جس قوم کو تباہ کرنا، بس وہ تباہ ہو جاتی ہے، ان کے ساز و سامان دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔

جب حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ باتیں پیش کیں۔ وَقَالُوْا۔ اور کہنے لگے ـــ انہوں نے بھی کہا اور آج بھی گوشت پوست کے بُت پرست یہ کہتے ہیں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْ اے وہ انسان! نُزِّلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ جس پر نصیحت نازل کی گئی ہے۔ (یہ طنزاً کہا) تُو کہتا ہے کہ اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے، تُو بڑا "ناصح" بن کر آیا ہے ہمارے سامنے۔ اور تُو مکّے کا رہنے والا ہو کر ہمیں نصیحت کرتا ہے، بات سن! تیرے متعلق ہمارا فیصلہ کیا ہے؟ اِنَّکَ لَمَجْنُوْنٌ ہ بے شک یقیناً تُو دیوانہ ہے، یہ تو دیوانوں کی سی بات ہے، اسباب کو چھوڑ دیں؟ یہ سب کچھ چھوڑ دیں؟ صرف خدا کو مانیں؟ اگر سبب بھی چھوڑ دیں، دنیاوی زندگی میں ہم خدا کو لے آئیں؟

فرمایا کہ یہ کہتے ہیں ـــ اِنَّکَ لَمَجْنُوْنٌ ہ تُو دیوانہ ہے ـــ اور پھر دلیل کیا مانگتے ہیں؟ لَوْ مَا تَاْتِیْنَا بِالْمَلٰٓئِکَۃِ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ہ کیوں یہ بات نہیں بنتی کہ تُو لے آ ہمارے پاس وہ فرشتے جن کے متعلق تُو یہ کہتا ہے کہ اگر تم نے یہ بات نہ مانی تو تم کو فرشتوں کی فوج تباہ کر دے گی ـــ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ہ اگر تُو سچّا ہے۔ یہ انہوں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے خدا کو نہ مانا تو فرشتے ہم کو تباہ کر دیں گے۔ اللہ کا دستِ غیب ہمیں تباہ کر دے گا تو پھر لے آئیے فرشتے ـــ قرآن جواب دیتا ہے۔ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ اے میرے حبیب! ہم فرشتے عذاب کے نہیں اتارا کرتے مگر اس وقت جب آخری فیصلہ ہو جائے، جب کسی کے متعلق قطعی فیصلہ کر دیں کہ یہ جہنمی ہے۔ یہ تباہ ہونے کے قابل ہے۔ لیکن اہلِ مکّہ کے متعلق یہ فیصلہ نہیں ہے۔ کیوں نہیں ہے؟ کہ اہل مکّہ آخر وقت میں مسلمان ہو جائیں گے۔ چنانچہ حدیثوں میں موجود ہے اور اس کی طرف بشارت دی قرآن مجید نے، اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ ۙ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ہ (النصر ۱-۲) فوجوں کی فوجیں مسلمان ہوئیں، اور مکّہ مکرّمہ میں فتح مکّہ کے دن دس ہزار انسانوں نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط پڑھا ـــ تو جو کلمہ پڑھنے والے تھے ان کو تباہ نہیں کیا گیا۔ اس لئے فرمایا کہ ان کے متعلق ابھی قطعی فیصلہ نہیں کیا گیا۔ وَمَا کَانُوْآ اِذًا مُّنْظَرِیْنَ ہ اور جب وہ بات بن جائے گی اس وقت ان کو پھر مہلت نہ دی جائے گی، میرا جب عذاب آتا ہے تو پھر میں سوچنے نہیں دیتا، رائے نہیں پوچھتا کہ تیری کیا رائے ہے؟

باقی رہا یہ مسئلہ کہ مکّے والے تیری بات نہ سنیں، تیری بات پر توجہ نہ دیں تو کیا تیرا پیغام دنیا سے مٹ جائے گا؟ نہیں میرے حبیبؐ! اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ہ بے شک ہم ہی نے اس نصیحت کو اتارا اور ہم ہی اس کی نگرانی اور نگہبانی کرنے والے ہیں ـــ کتنا بڑا اعلان ہے؟ اس وقت جب سننے والا ہی کوئی نہیں ہے ـــ فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ عربی زبان کے اعتبار سے بڑا تاکیدی لفظ ہے۔ اِنَّا، بے شک ہم نے، نَحْنُ۔ ہم ہی نے ـــ

نَزَّلْنَا الذِّكْرَ، اتارا اس نصیحت کی بات کو، اُتارا یاد کی جانے والی بات کو۔ ذکر کا معنیٰ نصیحت بھی ہے اور یاد کی جانے والی بات بھی ہے — اشارہ کیا کہ آج یہ لوگ قرآن کو نہیں سنتے، ایک وقت آئے گا کہ دنیا میں کروڑوں انسان قرآن کے حافظ مل جائیں گے ہم نے ذکر کو اتارا اور پھر اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اس لئے جب تک ہم باقی ہیں، ذکر باقی رہے گا، قرآن باقی رہیگا۔ تو بھائی! جو قرآن کو محفوظ رکھنے والے لوگ ہیں وہ باقی رہیں گے کہ نہیں؟ وہ بھی تو رہیں گے — مولوی باقی رہے گا۔ حافظ باقی رہیں گے، اللہ اللہ کرنے والے باقی رہیں گے۔ خانقاہیں آباد ہوں گی، مسجدیں آباد ہوں گی، اولیاء اللہ کے مزارات پر انوار کی بارشیں ہوتی رہیں گی۔

فرمایا کہ میں نگہبان ہوں، میں محافظ ہوں، ہم ہی نے قرآن کو اتارا اور ہم ہی اس کی نگہبانی کرنے والے ہیں — اور فرمایا یہ تاریخی بات ہے، پہلے بھی ہو چکا ہے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تسلی دی، اور بیشک بھیجا ہم نے آپؐ سے پہلے بھی، پہلی امتوں میں بھی نبیوں کو بھیجا وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لیکن جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آتا وہ رسول کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے — ٹھٹھا کسے کہتے ہیں؟ جیسے ہماری پنجاب میں کہتے ہیں۔ "بات کو ہولا سمجھنا"

تو فرمایا کہ جتنے نبی پہلے تشریف لائے ان کی قوموں نے اُن کے پیغام کے ساتھ مذاق کیا۔ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ ۝ اسی طرح ہم چلا دیتے ہیں اس انکار کو بھی قرآن کے سماع کے ساتھ مجرموں کے دلوں میں — قرآن سنتے ہیں، یہ ٹھیک ہے، لیکن چونکہ وہ مجرم ہوتے ہیں، مجرم آدمی قرآن سن کر کیا سمجھے گا؟ قرآن تو تب سمجھے گا جب جُرم سے توبہ کرے اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ؕ (الشعراء ۸۹) متوجہ ہو کر قرآن کو سُنے، پھر دیکھے قرآن اثر کرتا ہے یا نہیں کرتا۔ فرمایا اسی طرح ہم چلا دیتے ہیں اس انکار کو بھی مجرموں کے دلوں میں لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وہ قرآن پر ایمان نہیں لاتے وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ اور میرے حبیبؐ! اسی طرح گذر چکا ہے پہلی امتوں کا بھی طور اور طریقہ کہ ان امتوں نے بھی اپنے اپنے نبیوں کی تکذیب کی ہے۔

باقی اگر میں سب نشانیاں بھی دے دیتا تو منکر کبھی ایمان نہ لائیں گے۔ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ۔ اگر ہم کھول دیتے ان پر دروازہ آسمان سے ہر چیز کا، فَظَلُّوْا فِیْهِ یَعْرُجُوْنَ ۝ پس یہ آسمان میں چڑھ بھی جاتے، کائناتِ سماوی میں چلے جاتے، خلاء سے بھی اوپر چلے جاتے، جیسے آج کل جا رہے ہیں تو کیا جانے سے ایمان بڑھ گیا کہ گھٹ گیا؟ اوپر جا کر تو اور خدا کے منکر بن گئے۔ بجائے اس کے کہ اللہ تعالےٰ پر یقین لے آتے کہ فضا میں، خلاء میں وہ چیزیں ہیں جن کا ہمیں پتہ بھی نہیں تھا۔ فرمایا۔ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۝ تو یہ ضرور کہہ دیتے کہ ہماری آنکھوں پر نظربندی کر دی گئی ہے یا ہمیں جادو میں مبتلا کر دیا گیا — یعنی اگر آپؐ کی برکت سے، آپؐ کی دعاؤں سے میں اپنی رحمت کے ساتھ فضائے سماوی بھی ان کے سامنے پیش کر دوں، جو کچھ سماوات میں ہے وہ بھی یہ دیکھ لیں تب بھی یہ یقین نہیں لانے والے، جو منکر ہیں، بس وہ منکر ہیں۔

میرے بھائیو! پہلے لفظ "استہزاء" کا آیا ہے — کفر کے بہت سے اسباب ہیں۔ ایک ہے کفر کا سبب جہل، بات کو نہ سمجھنا، یہ اتنا خطرناک نہیں ہے۔ بات سمجھ میں آ جائے تو پھر آدمی مسلمان ہو جاتا ہے۔ لیکن ضد۔ یہ بڑا خطرناک ہے۔ اور اس سے بھی پھر زیادہ خطرناک استہزاء ہے جسے ٹھٹھا کہتے ہیں۔ استہزاء والے آدمی ہدایت نہیں پاتے۔ اللہ تعالےٰ ان تینوں قباحتوں سے محفوظ رکھے۔

بقیہ : ادارتی نوٹ

لوگوں کی بداعمالیاں اور بدکرداریاں عذابِ الٰہی کا موجب بن رہی ہیں۔

زنا، شراب، سود، حرام خوری، اغواء، بدمعاشی، قتل و غارت گری اور ظلم وستم اب کوئی گناہ نہیں سمجھے جاتے بلکہ معاشرے کی نئی لغت میں انہیں آرٹ، ثقافت اور فیشن سے تعبیر کیا جانے لگا ہے۔ آج شرم و حیا اور دیانت و شرافت معیوب سمجھی جانے لگی ہے، تقوےٰ اور پرہیزگاری نئی لغت میں دقیانوسیّت سے تعبیر کی جانے لگی ہے انسان جو کچھ کر رہا ہے اور جو اعمال اس سے سرزد ہو رہے ہیں، کیا اسے انسانیت کا نام دیا جا سکتا ہے۔ ان اعمال و افعال کی موجودگی میں خالقِ کائنات کی طرف سے رحمت و برکت کا سلوک ہو جائے تو یہ اس کی بخشش اور مہربانی، ورنہ یہ زلزلے، یہ سیلاب اور طوفان، یہ وبائیں اور قحط، یہ مال و جان کی تباہیاں اور بربادیاں، سب انسانی اعمال کے لئے ایک وارننگ یا تنبیہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ لوگ اگر ان وارننگوں اور تنبیہات کے باوجود بداعمالیوں پر ڈٹے رہیں اور ان کے دلوں میں کچھ خدا کا خوف نہ آئے تو آخر ان کے ساتھ اور کس قسم کا سلوک ہو۔ لوگوں کو اپنے اعمال و افعال کا جائزہ لے کر محسنِ انسانیت حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات اور آپ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا چاہئے تاکہ یہ دنیا شر و فساد کا مرکز بننے کی بجائے رحمت و عافیت اور سکون و طمانیت کا گہوارہ بن جائے توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ اللہ تعالےٰ سابقہ گناہ معاف فرمائے اور آئندہ اپنی رضاء کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ۝

★

تعارف و تبصرہ

نام کتاب :- جامع الحکمت
مصنف :- شفاالملک حکیم محمد حسن قرشی
قیمت :- بیس روپے
ناشر قومی دواخانہ بیڈن روڈ لاہور

حکیم محمد حسن قرشی صاحب کی ذات گرامی تعارف کی محتاج نہیں علم و حکمت میں ان کی فضیلت کے سب معترف ہیں انکے فرزند ارجمند حکیم آفتاب احمد قرشی صاحب مطلع صحافت و حکمت پر خورشید جہاں تاب کی طرح جلوہ افروز ہیں!

فن طب میں شفاالملک حکیم محمد حسن قرشی صاحب کو پاکستان میں امسیح الملک حکیم اجمل خاں کی طرح شہرت و عظمت حاصل ہے!

انہوں نے جامع الحکمت کے عنوان سے ایک ضخیم طبی معلوماتی کتاب شائع کر کے وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے!

اس وقت تک اردو میں طب قدیم اور جدید قدیم کی بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں مگر یہ اعتماد کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ جامع الحکمت طبی انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے!

تاریخ طب۔ کلیات طب۔ تشریح و منافع حفظان صحت تشخیص الامراض۔ اصول علاج اور امراض و معالجات پر مشتمل ہے

اور اس میں طب جدید اور قدیم کی تمام بہترین کتابوں کا خلاصہ آگیا ہے حصہ امراض میں ہر مرض کی ماہیت، اسباب علامات تشخیص۔ فروق الامراض۔ انجام و عوارض کو نظام وار نہایت سادہ اور واضح طریق پر بیان کیا گیا ہے علاج میں عام ہدایات، اصول علاج اور بہترین نسخوں کے علاوہ اس امر کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ ہر مرض کی مختلف صورتوں اور مختلف اوقات کے مختلف نسخے آجائیں!

مجربات میں بہترین نہایت کامیاب اور مصدقہ نسخے دیئے گئے ہیں نیز جا بجا

ان کا طریقہ عمل بھی لکھا گیا ہے یونانی ویدک کے علاوہ ضروری اور معروف تجربات بھی دیئے گئے ہیں علاج میں قلیل المقدار اور سہی بنائی دوائیں بھی اضافہ کی گئی ہیں!

جامع الحکمت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں جدید طبی اور سائنسی معلومات کو سمویا گیا ہے مصنف نے انتہائی جدید فنی معلومات کو سلیس اردو میں بیان کیا ہے اور نئی اصطلاحات بھی وضع کی ہیں!

تشریح تشخیص۔ قارورہ۔ جلدی نظام علاج کے مختلف اقسام وغیرہ کے بارے میں جدید ترین معلومات کو بیان کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے جدید سائنس اور طبی علوم کے ترجمہ کی منزل ہفت خواں کو سر لیا ہے اردو میں طبی کتب جامع الحکمت سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے اس کا مطالعہ اطباء کے علاوہ ڈاکٹروں کے لئے بھی مفید ہو گا اور عام مطالعہ کے لئے لائبریریوں کے لئے ایک نادر تحفہ ہے کتابت طباعت معیاری ہے قیمت مناسب ہے!

نام کتاب : صحابہ کرامؓ اور ان پر تنقید
مصنف : مولانا محمد عبداللہ صاحب
کتابت، طباعت آفسٹ عکسی کاغذ سفید، ٹائیٹل دیدہ زیب۔
قیمت : تین روپے علاوہ محصولڈاک
ناشر : مکتبہ رشیدیہ، غلہ منڈی ساہیوال

مذکورہ بالا کتاب میں مودودی صاحب کی تصنیف خلافت و ملوکیت پر کتاب و سنت کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔

اگرچہ اس سے پہلے مودودی صاحب کی اس تصنیف پر مفصل اور مدلل کتابیں بھی لکھی جا چکی ہیں۔ لیکن مولانا محمد عبداللہ صاحب کی یہ کتاب اپنا جواب آپ ہے۔ ملک کے نامور عالم دین حضرت علامہ شمس الحق افغانی مدظلہ نے تقریظ لکھی ہے۔

کتاب مذکور میں مولانا محمد عبداللہ صاحب نے مودودی صاحب کے نظریات اور ان کی تحریرات پر جن میں صحابہ کرامؓ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ارواح مبارک کو تکلیف پہنچانے کی مذموم کوشش کی ہے، سیر حاصل بحث کی ہے، مودودی صاحب کو سرزنش کی ہے اور علاج تجویز کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے

"انتخاب نمبر"

مسلمانوں پر ووٹ کی شرعی حیثیت واضح کرنے کے لئے ادارہ "ہفت روزہ خدام الدین" عنقریب "انتخاب نمبر" شائع کر رہا ہے جس میں ووٹ سے متعلقہ نہایت اہم اور معلوماتی مضامین شامل اشاعت کئے جائیں گے۔

قارئین اور ایجنٹ حضرات سے التماس ہے کہ وقت کی اس اہم پیش کش کو ضرور خریدیں اور اپنی مطلوبہ تعداد سے دفتر کو جلد مطلع فرمائیں (منیجر)

عیادت اور دعائے صحت

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم کوہاٹ میں آئین شریعت کانفرنس سے واپسی پر سول ہسپتال راولپنڈی تشریف مع اپنے خدام کے حضرت مولانا محمد عثمان صاحب صدر مدرس مدرسہ فرقانیہ مدنیہ مقبول پورہ راولپنڈی کی عیادت کے لئے مورخہ ۶ راگست ۱۹۷۰ء کو تشریف لے گئے اور ان کے لئے دعائے صحت فرمائی۔ مولانا موصوف حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی خدام میں سے ہیں اور گذشتہ دنوں ان پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ قارئین خدام الدین بھی مولانا کی صحت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ (محمد عثمان غنی)

بقیہ: احادیث الرسولؐ

مارکیٹ میں لا کر گراں قیمت پر فروخت کیا جاتے۔ بس موسم کے بھاؤ کے مطابق اسی وقت فروخت کیا جائے۔ غلّہ دانہ روک کر رکھنا لوٹ مار کے مترادف ہے۔ کمر توڑ گرانی کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب احتکار ہے۔ تاجر بھائیوں کو ذخیرہ اندوزی سے اجتناب ضروری ہے۔ آخرکار اس سے قوم کی قوتِ خرید بالکل ختم ہو جاتی ہے اور ملک عام طور پر غربت و افلاس کا شکار ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ ذخیرہ اندوزی گناہ ہے۔ بغیر گنہگار کے اس کا ارتکاب اور کوئی نہیں کرتا۔

بچوں کے لئے

عبادت

از: سیّد محمد طلحہ، میر

کسی بادشاہ نے ایک دانا سے کہا۔ میں نے بہت دنوں تک اس ملک پہ حکومت کی۔ بہت ملک اور قلعے فتح کئے۔ بادشاہت کے ساتھ ساتھ انصاف بھی کیا۔ غرضیکہ ہر کام کر کے دیکھ لیا۔ اب عمر کا آخری حصّہ ہے۔ زندگی کے چند دن باقی ہیں۔ سوچتا ہوں کہ بقایا وقت گوشہ نشینی میں گزار دوں تاکہ عبادت کا فریضہ بھی ادا کر سکوں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟

دانا نے جواب دیا۔ "میں آپ کو قطعی طور پر ایسا مشورہ نہ دوں گا۔ تسبیح کرنے اور وظیفے پڑھنے کا نام عبادت نہیں، بلکہ اللہ کے نیک بندوں سے نیک سلوک اور محتاجوں کی مدد کرنے کا نام عبادت ہے۔ حقیقت میں یہی حقیقی عبادت ہے۔ اسی سے اللہ تعالیٰ خوش رہتے ہیں۔ اگر بادشاہ انصاف کا ترازو پکڑ لے، مظلوم کی فریاد سنے، ظالم کی گردن مارے تو یہی اس کی سب سے بڑی عبادت ہے گوشہ نشینی سے بہتر ہے کہ آپ اپنے دورِ حکومت میں غریبوں اور بے کسوں کی مدد کریں۔ یہی عظیم اور سچی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کا نام نہیں کام دیکھتے ہیں۔

بچّو! آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ مبارکہ سے اس امر کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ آپ نے اپنی تمام زندگی دنیا کے جھمیلوں میں بسر کی، تکلیفیں اٹھائیں۔ مگر گوشہ نشینی اختیار نہیں کی۔ آپؐ نے دنیاوی کاموں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالےٰ کی خوب عبادت فرمائی۔ ہر مسلمان حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت کو اپنے لئے باعثِ نجات سمجھتا ہے۔

اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دنیا کے جھمیلوں میں رہ کر عبادت و ریاضت کریں۔

حقیقت میں وہ عبادت جو کسی کونے، جنگل، پہاڑ پر دنیا کو ترک کر کے کی جاتی ہے اتنی اہمیت نہیں رکھتی۔ مزا تو جب ہے کہ انسان دنیا میں رہ کر اپنے ذہن کو اللہ تعالےٰ کی طرف مبذول کرے، اپنی بُری عادات کو چھوڑے، نیکی کو اپنائے، نماز روزہ، زکوٰۃ، خیرات کی پابندی کرے، انسانوں کے ساتھ ہمدردی کرے، دوسروں کے کام آئے، بیوہ کا سہارا بنے، یتیم کے سر پہ ہاتھ رکھے، مسکین کے دُکھ کا مداوا کرے، غریب کی حاجت پوری کرے، انصاف کرے، ہر ایک سے محبت سے پیش آئے، اخلاق بلند کرے۔ یہی سچّی عبادت ہے۔

جو لوگ ترکِ دنیا کر کے عبادت کرتے ہیں۔ انہیں عبادت میں زیادہ دشواریاں پیش نہیں آتیں۔ ان کے درپیش زیادہ مسائل نہیں ہوتے۔ ہر انسان کی توجّہ کسی ایک طرف رہ سکتی ہے۔ اگر وہ تنہا ہو تو اس کے ذہن کو تبدیل کرنے کے لئے کوئی ردِّ عمل نہ ہو گا۔ اسی طرح دنیا کو ترک کرنے والے خدا کی یاد میں مصروف ہو جاتے ہیں جس کا نسبتاً کم ثواب ہوتا ہے۔

اس لئے از بس ضروری ہے۔ کہ انسان دنیا میں رہ کر عبادت کرے۔ اسی طرح پتہ چلتا ہے کہ انسان کو اپنے مالک حقیقی سے کتنی محبت ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور یہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّتِ مطہرہ ہے۔

●

علم کا زینہ

◎

علم سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں
علم گر حاصل نہیں عزت نہیں
تم حصولِ علم میں آگے بڑھو!
پیارے بچّو! علم کے زینے چڑھو

علم سے دنیا نے عظمت پائی ہے
دولت عزت شان و شوکت پائی ہے
تم بھی اپنے دور کے قائد بنو
پیارے بچو! علم کے زینے چڑھو

علم ہے اے پیارے بچو! وہ گہر
جس کا طالب آج ہے ہر اک بشر
علم کے موتی سدا چنتے رہو
پیارے بچو! علم کے زینے چڑھو

ٹیلی ویژن گھر میں جو آباد ہے
اس کی خاطر ہر کوئی برباد ہے
وقت ٹی وی میں نہ تم ضائع کرو
پیارے بچو! علم کے زینے چڑھو

علم نے دی ہے بشر کو وہ ضیا
چاند کی منزل وہ جس سے پا گیا
چاند کی دنیا پہ تم چھائے رہو
پیارے بچو! علم کے زینے چڑھو

یہ کتابیں ہیں تمہاری راہبر
ان سے تم حاصل کرو علم و ہنر
شوق سے اپنی کتابوں کو پڑھو
پیارے بچّو! علم کے زینے چڑھو

سیّد سبط الحسین رضوی

●

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

بدل اشتراک ہفت روزہ خدام الدین لاہور

پاکستان اور انڈیا میں سالانہ چندہ		۱۱
" " ششماہی		۶
" " " "		۳
سعودی عرب بذریعہ ہوائی جہاز سالانہ چندہ		۴۲
" " بحری جہاز "		۱۵
ہوائی ڈاک ششماہی		۲۱
بحری "		۱۱
انگلینڈ بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ	۴۰	۷۳
بحری "	۸۰	۲۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن عزیز

دیدہ زیب — نیا حاشیہ — رنگین
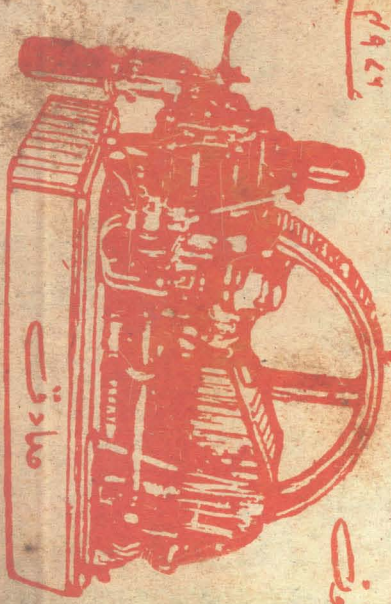
عکسی طباعت سے مزین

مرتبہ: حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تین سال کی محنت شاقہ اور زرکثیر کی لاگت کے بعد شائع ہو گیا

ھدیہ

مجلد قسم اول	مجلد قسم دوم	مجلد قسم سوم
آفسٹ پیپر	کرنافلی سفید کاغذ	ملکیکل گلیز کاغذ
	۱۲ روپے	۹ روپے

محصول ڈاک دو روپے فی نسخہ زائد ہوگا۔ فرمائش کے ساتھ کل قیمت پیشگی آنا ضروری ہے۔ وی۔ پی نہ بھیجا جائے گا۔ تاجرانہ رعایت کے لیے لکھیں۔

قرآن مجید

رعایتی ہدیہ فی جلد ۵/۵۰ ڈاک خرچ ۱/۵۰

کل ۷/- روپے پیشگی بھیجکر طلب فرمائیں

سندھی ترجمہ مرتبہ

شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت مولانا سید تاج محمود صاحب امروٹی نور اللہ مرقدہ

دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔

منظور شدہ محکمۂ تعلیم: (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ تین مئی سنہ ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C-B-۲ ۲۳۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء (۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۹/۶۷ ۲-۹-۵۵ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۲ GM/۴-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء